تحفۂ حفاظ

مع

احکام التراویح

افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

انتخاب و ترتیب

محمد زید مظاہری ندوی

استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ناشر

ادارۂ افادات اشرفیہ دوبگا، ہردوئی روڈ لکھنؤ

تحفۂ حفاظ

(احکام التراویح)

حفاظ وائمہ اور تراویح سننے، سنانے والوں کیلئے قیمتی تحفہ

—— افادات ——

حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی

رحمۃ اللہ علیہ

انتخاب وترتیب

محمد زید مظاہری ندوی

ناشر

ادارہ افادات اشرفیہ ہتورا باندہ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	تحفۂ حفاظ (احکام التراویح)
انتخاب وترتیب	محمد زید مظاہری ندوی
صفحات	۱۰۴
ناشر	افادات اشرفیہ ہتورا باندہ، یوپی
اشاعت اول ذی قعدہ ۱۴۲۰ھ	گیارہ سو
قیمت	۲۶ روپئے

ملنے کے پتے

(۱) افادات اشرفیہ ہتورا۔ باندہ
(۲) دیوبند سہارنپور کے جملہ کتب خانے
(۳) مکتبہ اشرفیہ ہردوئی
(۴) مکتبہ رحمانیہ ہتورا۔ باندہ
(۵) مکتبہ الحرمین کچہری روڈ امین آباد لکھنؤ
(۶) مکتبہ ندویہ۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ پوسٹ بکس نمبر ۹۳
(۷) مکتبہ الفرقان نظیر آباد لکھنؤ

فہرست احکام التراویح

عنوانات — صفحات

باب ۱
فضائل تراویح

رمضان کی دوسری عبادت تراویح ۸
احادیث نبویہ ″
تراویح رمضان ہی میں کیوں مقرر ہوئی ۱۰
تراویح کے رات میں مقرر ہونے کی وجہ ″
تراویح میں مجاہدہ ۱۱
تراویح ایک مجاہدہ ہے جس سے تکبر کا علاج ہوتا ہے ۱۲
تراویح ایک آسان مجاہدہ ۱۳
تراویح ہمیشہ کیوں نہیں ۱۵
دوسروں کے مجاہدوں اور شریعت کے تجویز کردہ مجاہدوں کا فرق ۱۶
ضروری تنبیہ ۱۷

باب ۲
احکامُ التراویح

تراویح سنتِ مؤکدہ ہے اس کا اہتمام کرنا چاہئے ۱۸
تراویح سنت مؤکدہ ہے اس کے چھوڑنے سے گناہ ہوتا ہے ۱۹
تراویح کے سنت مؤکدہ ہونے کی دلیل ۲۰
بیس رکعت تراویح کا ثبوت ۲۱
عمل کے لئے اتنا ثبوت کافی ہے ۲۲
تراویح اور تہجد دونوں نمازیں علٰحدہ علٰحدہ ہیں ۲۳
دوسری دلیل ۲۴
تراویح بیس ہی رکعت کیوں پڑھنا چاہئے ″

عنوانات صفحہ

علمی تحقیق ۲۵
بیس رکعت تراویح کا شرعی حکم ۲۷
اگر کوئی شخص آٹھ رکعت پڑھ لے تو کیا حکم ہے ״

باب ۳
تراویح کی جماعت

تراویح کی جماعت میں کوتاہی ۲۸
تراویح سے متعلق بعض کوتاہیاں ۲۹
تراویح کے حقوق ۳۰
تراویح کے بعض منکرات ۳۱
وقت سے پہلے اذان دینا ۳۲
ایک مسجد میں متعدد جگہ تراویح ۳۳
چھوٹی ہوئی تراویح وتر سے پہلے یا وتر جماعت سے پڑھ کر بعد میں تراویح پڑھے ״
تراویح میں نابالغ کی امامت ۳۴
نابالغ کے پیچھے تراویح کی نماز جائز نہیں ״
ڈاڑھی کٹانے والے فاسق کی امامت کا حکم ۳۶
امرد یعنی خوبصورت لڑکا جس کے ابھی ڈاڑھی نہ نکلی ہو اس کی امامت کا حکم ۳۷
سب رکعتیں برابر ہونا چاہئے ״
سب رکعتیں برابر پڑھنا شرعاً پسندیدہ ہے ۳۸
حفّاظ اور ائمہ کو مسائل سے واقف ہونا ضروری ہے ۳۹
تراویح میں کتنا قرآن سنانا چاہئے حفّاظ اور ائمہ کو ضروری تنبیہ ۴۰
امام کو چاہئے کہ مقتدیوں کی رعایت کرے ۴۱
تراویح میں بہت تیز اور جلدی پڑھنے کی تمنا کرنا ۴۲
ہمت سے کام لیجئے ۴۴
حضرت ابو حنیفہؒ کا حال ״
تراویح یا شب قدر میں نیند آنے کا علاج ״
تراویح میں حضور قلب اور توجّہ سے قرآن پڑھنے کا طریقہ ۴۵

عنوانات صفحہ

بعض حافظوں کی غلط فہمی ۴۶
بعض حافظوں کی بری عادتیں ۴۷
تراویح کا مسنون طریقہ۔ اور حضرت تھانویؒ کا معمول ۴۸

باب ۴
تراویح سنا کر پیسے لینا

اجرت دے کر قرآن سُننا ۵۲
تراویح سنا کر اجرت لینا جائز نہیں اور امام و مؤذّن۔ اور مدرّس کو تنخواہ لینا جائز ہے ۵۳
قرآن سنانے کی اجرت لینا اور دینا دونوں ناجائز ״
جب امامت میں اجرت جائز ہے تو تراویح میں کیوں جائز نہیں ۵۴
سامع یعنی امام کے پیچھے قرآن سننے اور ٹوکنے والے کو بھی اجرت لینا جائز نہیں ۵۵
بغیر پیسے والا حافظ نہ ملے تو کیا کرنا چاہئے ۵۶
اجیر حافظ یعنی پیسہ لے کر قرآن سنانے والے کے پیچھے سننے سے ثواب ہوگا یا نہیں ״
عارضی امام بنانے کا حیلہ غیر مفید ۵۷
حبس اوقات کا حیلہ بھی نہیں چل سکتا ۵۸
یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ اگر روپیہ نہ دیں تو تراویح کا سلسلہ ختم ہو جائے گا ۵۹
یہ کہنا بھی بے سود ہے کہ ہم اللہ کے واسطے سنائیں گے تم اللہ کے واسطے دینا ״
حافظوں سے خطاب ۶۰
ایک حافظ قاری کی عبرت آمیز حکایت ״
جو مقدر کا ہوتا ہے مل کر رہتا ہے ۶۱
حافظوں کی خدمت ضرور کرو لیکن جائز طریقہ سے ۶۲
حافظوں کی خدمت کرنے کا صحیح اور آسان طریقہ ״

باب ۵
متفرق احکام

تراویح میں ہر چار رکعت کے جلسہ میں کیا پڑھنا چاہیے ۶۴
ہر سورت میں بسم اللہ پڑھنے کا حکم 〃
تراویح میں کسی ایک سورت کے شروع میں بسم اللہ زور سے پڑھنا چاہیے۔ ۶۵
ہر سورت میں بسم اللہ زور سے پڑھنے کا حکم ۶۶
بسم اللہ جہر کے ساتھ کس سورت میں پڑھنا چاہیے ۶۷
کسی مقتدی کی رعایت میں دوبارہ قرآن شریف پڑھنا ممنوع ہے 〃
دو رکعت میں بیٹھنا بھول گیا۔ چار پوری کرلیں تو کتنی رکعت ہوں گی اور کتنے قرآن کا اعادہ ضروری ہوگا ۶۸
اہم مسئلہ:۔ رکوع میں سجدہ تلاوت کی ادائیگی ۷۰

باب ۶
ختم قرآن اور اس کے متعلقات

ستائیسویں شب کو کلام مجید پورا کرنا کیسا ہے؟ ۷۱
قل ہو اللہ احد تین مرتبہ پڑھنے کا حکم 〃
محقق اور راجح قول ۷۳
ختم کے روز اجوائن وغیرہ پر دم کرانا قرآن کی بڑی بے ادبی ہے ۷۴
رمضان میں خصوصاً ختم کے روز مسجد کی سجاوٹ ۷۶
ختم کے روز مسجد کی سجاوٹ اور ضرورت سے زائد روشنی ۷۷
مسجد کی سجاوٹ اور چراغوں کی کثرت سے اسلام کی عزت نہیں ۷۸
ختم کے روز مسجد کی سجاوٹ اور چراغوں کی کثرت ۸۰
مزید قباحت ۸۱
ختم کے روز شیرینی تقسیم کرنے کے منکرات ۸۲

ختم کے روز شیرینی تقسیم کرنا فی نفسہ جائز تھا ۸۳
مٹھائی تقسیم کرنے کے منکرات ۸۴
عقیدہ وعمل دونوں کی اصلاح ضروری ہے ۸۵
ختم کے روز شیرینی تقسیم کرنیکا طریقہ ۸۶
تراویح کے متعلق حضرت تھانوی رح کا معمول ۸۷
ختم قرآن کے روز حضرت تھانوی رح کا معمول ۸۸

باب ۷
شبینہ اور اس کے متعلقات

شبینہ کا فی نفسہ حکم ۹۰
مروجہ شبینہ 〃
مروجہ شبینہ کے مضرات ومفاسد اور ان کا شرعی حکم ۹۱
شبینہ میں ہونے والے منکرات کی تفصیل ۹۴
شبینہ سے متعلق استفتاء اور اس کا جواب ۹۶
خلاصہ کلام ۹۷
باجماعت تہجد میں قرآن سنانا ۹۸
رمضان شریف میں تراویح کے علاوہ نوافل کی جماعت 〃

باب ۸

عورتوں کو محراب سننا اور سنانا ۹۹
عورتوں کی باجماعت تراویح ۱۰۰
گھر کے اندر کسی حافظ کے پیچھے عورتوں کی تراویح باجماعت کا حکم ۱۰۱
عورتوں کو اپنے گھروں میں کسی مرد سے تراویح میں قرآن سننے کا حکم ۱۰۲

باب ۱

رمضان کی دوسری عبادت تراویح

رمضان میں ایک دوسری عبادت اور بھی مقرر کی گئی ہے یعنی تراویح میں قرآن پڑھنا اور سننا جو کہ سنت مؤکدہ ہے۔ تراویح میں بعض باتیں روزہ کی سی ہیں مثلاً نیند جو کہ کھانے پینے کی طرح نفس کو پیاری ہے، تراویح کی وجہ سے اس میں کمی آجاتی ہے اور اس کے کم سونے کی خبر کسی کو نہیں ہو سکتی

پس روزہ کی طرح اس عبادت یعنی تراویح میں قرآن پڑھنے اور سننے میں بھی زیادہ دکھلاوا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالےٰ نے رمضان میں ایک شان کی دو عبادتیں جمع فرمادیں، ایک دن میں ایک رات میں۔

احادیث نبویہ

۱:۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے رمضان کے روزہ کو فرض فرمایا ہے اور میں نے رمضان کی شب بیداری کو تراویح اور قرآن کے لئے تمہارے واسطے اللہ کے حکم سے سنت بنایا ہے جو مؤکد ہونے کی وجہ سے ضروری ہے۔

جو شخص ایمان کے ساتھ ثواب کے اعتقاد سے رمضان کے روزے

رکھے اور رمضان میں شب بیداری کرے وہ اپنے گناہوں سے اس دن کی طرح نکل جائے گا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔ (نسائی)

۲:۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے ایمان کے ساتھ طلب ثواب کی وجہ سے رمضان کے روزے رکھے بخش دیئے گئے اس کے گذشتہ گناہ، اور جس نے رمضان میں قیام کیا یعنی تراویح پڑھیں ایمان اور ثواب کی وجہ سے اس کے بھی گذشتہ گناہ بخش دیے گئے۔

(متفق علیہ)

۳:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، روزہ اور قرآن دونوں قیامت کے دن بندہ کی شفاعت (یعنی بخشش کی سفارش) کریں گے روزہ کہے گا، کہ اے رب میں نے اس کو کھانے اور نفسانی خواہشوں سے دن بھر روکا پس اس کے حق میں میری سفارش قبول کیجئے اور قرآن شریف کہے گا، کہ میں نے اس کو رات میں سونے سے روکا۔ پس اس کے حق میں میری سفارش قبول کیجئے۔ پس دونوں کی سفارش قبول کرلی جائے گی۔

(احمد، بیہقی، طبرانی، حاکم)

۴:۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے قول خداوندی وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کو بہت صاف صاف پڑھو۔ اور کھجوروں کی طرح منتشر نہ کرو، نہ شاعری کی طرح جلدی پڑھو، اس کے عجائب میں ٹھہر کر غور کرو، اس سے دلوں کو متأثر کرو[1] (در منثور)

---

[1] خطبات الاحکام ص ۱۵۰ خطبہ ۲/۲۶، حیوٰۃ المسلمین روح ۱۶ ص ۲۴۳-۲۴۴ ۔

تراویح رمضان ہی میں کیوں مقرر ہوئیں

اس مہینہ میں قرآن کریم کا ختم کرنا اس وجہ سے مسنون ہے کہ قرآن کریم کا نزول اسی مہینہ میں ہوا ہے۔ پس جو شخص اس مہینہ میں قرآن شریف ختم کرتا ہے وہ تمام برکات کا وارث ہو جاتا ہے کیوں کہ رمضان کا مہینہ تمام اسلامی خیر و برکات کا جامع ہے۔ ہر قسم کی دینی برکت اور خیر جو تمام سال میں کسی کو ملتی ہے وہ اس عظیم الشان مہینہ کی برکت سے آتی ہے۔ اس مہینہ کی جمعیت (دل جمعی و یکسوئی) پورے سال کی جمعیت کا ذریعہ ہوتی ہے اور اس مہینہ کی پراگندگی (و بدحالی) پورے سال کی پراگندگی کا سبب ہوتی ہے کیوں کہ تمام قسم کے خیرات۔ اور بھلائیوں کا سرچشمہ یعنی قرآن مجید کا نزول اسی مہینہ میں ہوا ہے۔

شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ یعنی رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن کریم اتارا گیا۔[1]

تراویح کے رات میں مقرر ہونے کی وجہ

۱۔ چونکہ رمضان کا مہینہ برکات و انوار کے نزول کا مہینہ ہے لہٰذا اس مہینہ کی راتوں میں بھی ایک خاص عبادت مقرر ہوئی ہے (جس کو تراویح کہتے ہیں) کیوں کہ اکثر برکات و انوار الٰہی کا نزول رات ہی کو ہوتا ہے۔

۲۔ رمضان کی راتوں میں تراویح اس لیے مقرر ہوئی تاکہ طبعی خواہشوں کی مخالفت پورے طور پر ثابت ہو، کیوں کہ دن بھر کے روزہ اور محنت و

---

[1] المصالح العقلیہ ص۱۴۶۔

مشقت کے بعد طبیعت آرام چاہتی ہے۔ لہٰذا اس میں ایسی عبادت مقرر ہوئی جس سے عادت و عبادت میں امتیاز ہو (اور محنت و مجاہدہ اور نفس کے خلاف کام کرنے کی عادت ہو)[1]

تراویح میں مجاہدہ

مجاہدہ کے چار ارکان ہیں، تقلیل[۱] طعام (یعنی کم کھانا) تقلیل[۲] منام (یعنی کم سونا) تقلیل[۳] کلام (یعنی کم بولنا) تقلیل اختلاط[۴] مع الانام (یعنی لوگوں سے کم ملنا) شریعت نے تقلیل طعام (یعنی کم کھانے کے مجاہدہ) کو روزہ کی صورت میں مقرر فرمایا ہے اس کے علاوہ اہل مجاہدہ (اور جوگیوں وغیرہ) نے تقلیل طعام کی جو صورتیں اختیار کر رکھی ہیں شریعت میں اس کی اصل نہیں

مجاہدہ کا دوسرا رکن تقلیل منام (یعنی کم سونا) ہے۔ رمضان اس کا بھی جامع ہے اس میں ایک ایسی عبادت مشروع ہے جو تقلیل منام (یعنی کم سونے) کو مستلزم ہے اور وہ تراویح ہے جس کا نام ہے قیام رمضان۔

حدیث شریف میں ہے:

"اِنَّ اللّٰہَ فَرَضَ لَکُمْ صِیَامَہٗ وَسَنَنْتُ لَکُمْ قِیَامَہٗ"

اللہ نے تم پر اس ماہ کے روزے کو فرض کیا ہے اور اس کے قیام کو میں نے مسنون کیا ہے۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حدیث میں قِیَامَہٗ سے مراد تراویح ہے۔[2]

---

[1] المصالح العقلیہ ص۱۴۵، ص۱۵۱ [2] تقلیل المنام بصورۃ القیام ص۱۲، ص۵۳۔

تراویح ایک مجاہدہ ہے جس سے تکبر کا علاج ہوتا ہے

تمام گناہوں اور برائیوں کی جڑ دو چیزیں ہیں، اول لذت جس کو شہوت بھی کہہ سکتے ہیں دوسرے تکبر جس کو غضب بھی کہہ سکتے ہیں یہ دونوں تمام مفاسد کی جڑ ہیں۔ شریعت نے دونوں خصلتوں کی تعدیل کی ہے۔ چنانچہ لذت کے ترک کے لیئے تو روزہ مقرر فرمایا۔

اور دوسری شئی جس سے تزکیہ کی ضرورت ہے وہ تکبر ہے جس سے بہت سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں اور دوسروں تک بھی اس کا اثر پہونچتا ہے۔

اس کی اصلاح کے واسطے حکماء (جوگی وغیرہ) ذلت کے اسباب اختیار کرتے تھے۔ اور اس کی مدد کے واسطے خلوت اختیار کرتے تھے اور ایسے ایسے طریقے ایجاد کیے تھے کہ جس سے لوگ ان کو ذلیل سمجھیں اور ان کو چھوڑ دیں۔ جوگیوں اور بعض صوفیوں نے بھی اس طریقہ سے اس مرض کا علاج کیا ہے لیکن شریعت نے ہم کو اس کے خلاف یہ تعلیم دی ہے۔

لَا يَنْبَغِىْ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ يُّذِلَّ نَفْسَهٗ۔

یعنی مؤمن کو مناسب نہیں کہ اپنے نفس کو ذلیل کرے یعنی مخلوق کے سامنے اپنے کو ذلیل کرنے سے منع کیا ہے اور خالق (رب العالمین) کے سامنے ذلت اختیار کرنے کی تعلیم فرمائی ہے۔ اور اس کے واسطے شریعت نے ہم کو نماز کی تعلیم فرمائی ہے (تراویح بھی اسی غرض کے لیے مشروع فرمائی)۔

نماز کا خاصّہ ہے کہ اس سے انسان کو اپنا عاجز ہونا پیش نظر ہو جاتا ہے اس لیئے کہ اس میں حکم ہے کہ اشرف الاعضاء (یعنی سب سے رتبہ والے عضو یعنی سر) کو

زمین کے ساتھ ملا دو اور یہ قاعدہ ہے کہ ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے۔ جب یہ شخص اپنے سر کو جو کہ اشرف الاعضاء ہے زمین پر رکھے گا تو ضرور اس کے اندر سے تکبر کم ہوگا اور تواضع اور مسکنت پیدا ہوگی۔ نماز کے اندر عجیب خاصیت ہے اور اس کو بڑا دخل ہے حق تعالےٰ کی معرفت اور قرب کے حاصل ہونے میں اور جب حق تعالےٰ کی عظمت پیش نظر ہوگی تو اپنا ہیچ ہونا پیش نظر ہو جائے گا دوسرے کی طرف توجہ بھی نہ ہوگی۔

اور پھر ذلت کی ہیئت ہی پر اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ اس کے اندر اپنے ساتھ ہم کلامی کی بھی اجازت دی ہے ورنہ اگر یہ حکم ہوتا کہ سر جھکا کر بس کھڑے رہو تو نِرا مجاہدہ ہے اور اب مجاہدہ بھی ہے اور لذت بھی ہے (یعنی قراءت میں) اور پھر اول سے آخر تک ایک ہیئت نہیں بتائی بلکہ اس کو مختلف افعال سے مرکب بنایا ہے، قیام ہے، رکوع ہے، سجدہ ہے، قومہ ہے، جلسہ ہے، قعدہ ہے تاکہ نشاط رہے اگر سجدہ ہی ہوتا یا رکوع ہی ہوتا تو نفس اکتا جاتا۔

سبحان اللہ ہمارے مزاج کی کیسی رعایت فرمائی ہے، بخلاف حکماء کے مجاہدوں کے کہ وہ ایسے سخت سخت مجاہدے کرتے تھے کہ ہر شخص سے وہ نبھ نہیں سکتے تھے۔[1]

تراویح ایک آسان مجاہدہ ہے

جس طرح روزہ کو تقلیل طعام (کھانا کم کھانے) میں دخل ہے اسی

---

[1] التہذیب ملحقہ فضائل صوم وصلوٰۃ ص۵۲۶ ص۵۲۷.

طرح تراویح کو تقلیل منام میں دخل ہے اور جیسے روزہ میں عادت بدل جانے کی وجہ سے مجاہدہ کی شان آتی ہے، اسی طرح یہاں بھی شریعت نے محض عادت بدل کر مجاہدہ کا کام لیا ہے کیوں کہ عام طور پر عادت یہی ہے کہ اکثر لوگ عشاء کے بعد فوراً سو رہتے ہیں تو نیند کے وقت میں تراویح کا حکم کر کے عادت کو بدل دیا جس سے نفس پر گرانی ہوتی ہے۔ یہی مجاہدہ ہے پھر قاعدہ ہے کہ نیند کا وقت نکل جانے کے بعد پھر دیر میں نیند آتی ہے (اور پھر سحری میں اٹھنا بھی ہوتا ہے) اس طرح بھی تقلیل منام ہو جاتی ہے (یعنی کم سونے کا مجاہدہ ہوتا ہے)۔

اور اگر کوئی شخص روزانہ دس بجے ہی (دیر سے رات میں) سونے کا پہلے سے عادی ہو اسے بھی تراویح سے مجاہدہ کا ثمرہ اس طرح حاصل ہو جاتا ہے کہ آزادی کے ساتھ جاگنا گراں نہیں ہوتا مگر کسی خاص پابندی کے ساتھ (جاگنے سے) فوراً گرانی شروع ہو جاتی ہے۔ دیکھیئے آپ اپنی خوشی سے ایک جگہ گھنٹوں بیٹھے رہتے ہیں لیکن اگر آپ سے یہ کہا جا۔ میاں گیارہ بجے تک تم یہیں بیٹھے رہنا تو بس اسی وقت سے آپ بھاگنا چاہیں گے اور ایک ایک منٹ گراں گذرنے لگتا ہے شریعت نے اس راز کو سمجھا اور محض ذرا سی پابندی لگا کر مجاہدہ کا کام لیا ــــــ شریعت اتنی سہل ہے پھر بھی لوگ اس کو خونخوار کہتے ہیں ان کو خدا کا خوف نہیں آتا، اور اگر بالفرض کسی کو شریعت کے احکام میں کچھ گرانی معلوم بھی ہو تو آخر تم کیا کڑوی دوا نہیں پیتے؟ کریلے نہیں کھاتے؟ تمباکو نہیں کھاتے جس سے شروع شروع میں چکر آتے ہیں مگر عادت کے بعد اس کے بغیر چین نہیں آتا تو یہی سمجھ کر تم ذرا اعمال شریعت کی عادت تو ڈالو پھر دیکھو کیسا

لطف آتا ہے۔

جب تم دنیا کے کاموں میں تلخی اور گرانی جھیلنے سے بچے ہوئے نہیں ہو تو دین کے کاموں میں اس سے کیوں بچنا چاہتے ہو خصوصاً جب کہ تلخی لذیذ بھی ہو اور اگر تم کو اس تلخی میں مزہ نہیں آتا تو صبر ہی کر لیا ہوتا جیسے دنیا میں بعض قوانین سخت ہوتے ہیں اور ان پر صبر کیا جاتا ہے۔

الغرض شریعت نے رمضان میں صرف بیس رکعت تراویح مقرر کر کے تقلیل منام (کم سونے) کی معتدل صورت کر دی جس میں بہت زیادہ جاگنا بھی نہیں پڑتا اتنی دیر تک عام طور پر لوگ جاگتے رہتے ہیں جتنی دیر تراویح میں لگتی ہے مگر تقیید (یعنی خاص پابندی اور خاص طریقہ) کے ساتھ جاگنے سے مجاہدہ کا فائدہ حاصل ہوتا ہے [1]

تراویح ہمیشہ کیوں نہیں

اب ایک شبہ یہ ہو سکتا ہے کہ جب تراویح مجاہدہ ہے تو جیسے رمضان میں مشروع فرمایا اور دنوں میں بھی مقرر فرما دیتے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر رمضان کے علاوہ اور دنوں میں نماز نہ ہوتی تو بے شک اس کو فرض ہونا چاہیئے تھا ــــــ لیکن اور دنوں میں بھی فرض نمازیں مقرر ہیں جو مجاہدہ کے لیے کافی ہیں۔ اس لیے رمضان ہی میں اس کو رکھا گیا اور سنت مؤکدہ بتایا گیا۔

الغرض ترک لذّات کے لئے روزہ اور تکبّر کے علاج کے لیے شریعت

---

[1] تقلیل المنام بصورت القیام ص۵۶-۵۷ ص۵۹۔

نے نماز مجاہدہ مقرر فرمائی[1]

دوسروں کے مجاہدوں اور شریعت کے تجویز کردہ مجاہدوں کا فرق

تقلیل منام یعنی کم سونے کے لیے دوسرے لوگوں نے مجاہدے کے جو طریقے اختیار کیے تھے ان میں وہ چھت میں رسّیاں باندھتے تھے کہ جب نیند آتی اس میں لٹک جاتے جس سے نیند اڑ جاتی۔ اپنی آنکھیں پھوڑتے تھے۔

—— اہل ریاضت مجاہدے کی جو صورتیں اختیار کرتے ہیں ان کو دیکھ کر پھر شرعی مجاہدہ کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے شاہانہ علاج کیا ہے کہ نہ آنکھیں پھوڑنے کی ضرورت ہے نہ رسّیاں باندھنے کی ضرورت ہے نہ کالی مرچ چبانے کی ضرورت ہے بلکہ بیس رکعت تراویح عشاء کے بعد پڑھ کر سو رہو تقلیل منام (یعنی کم سونے کا مجاہدہ) ہوگیا پھر مزید آسانی یہ کہ تراویح جماعت سے ہوتی ہے الگ الگ جاگنا مشکل تھا جماعت کے ساتھ جاگنا اور بھی سہل ہوگیا۔ پھر بیچ میں نیند آنے لگے تو ہر چار رکعت پر تھوڑی دیر ٹھہرنا مستحب کیا گیا ہے جس میں اگر کسی کو نیند آنے لگی ہو تو وہ ٹہل سکتا ہے۔ منہ پر پانی ڈال سکتا ہے، باتیں کر کے نیند ختم کر سکتا ہے اس طرح سے بیس رکعت کی مقدار جاگنا کچھ بھی دشوار نہیں۔

شریعت نے امراض باطنہ کے سارے علاج شاہانہ اور بہت آسان کیے ہیں اور دعوے سے فرماتے ہیں کہ اَلدِّیْنُ یُسْرٌ یعنی دین آسان ہے[2]

---

[1] التہذیب ص۵۲۷ [2] تقلیل المنام بصورۃ القیام ص۶۲ ملحقہ برکات رمضان۔

ضروری تنبیہ

اور اگر تم کو تراویح میں (یہ مجاہدے اور اس کے مصالح) سمجھ میں نہ آسکیں تو تم کو تحقیق کی کیا ضرورت ہے بس خدا اور رسول کا حکم سمجھ کر عمل شروع کر دو بعض لوگوں کو اسرار جانے بغیر عمل کرنا زیادہ مفید ہوتا ہے اور اسرار جاننے سے فائدہ کم ہوتا ہے۔

احکام شرعیہ کے اسرار جاننے سے بعض کج فہموں کے دل میں احکام کی وقعت کم ہو جاتی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ تراویح میں بس یہی حکمت مقصود ہے کہ پابندی سے جاگنا ہو۔ اس سے اول تو تراویح کی وقعت کم ہو جاتی ہے پھر وہ الحاد میں پھنستا ہے کہ جب تقیید (یعنی پابندی) مقصود ہے تو ہم کسی دوسرے طریقہ سے پابندی کر لیں گے۔ حالانکہ اول تو حکمت کا اسی میں انحصار نہیں (اس کے علاوہ اور بھی) نہ معلوم کتنی حکمتیں —— ہوں گی پھر یہ حکمت اس قید کے ساتھ مقصود ہے کہ اس خالص عمل (یعنی تراویح اور نماز کی شکل) کے ساتھ پائی جائے۔ اس عمل کے بغیر یہ حکمت مطلوب نہیں، پس دونوں کا مجموعہ مطلوب ہوا۔ پھر دوسرے طریقہ سے یہ مقصود کیوں کر حاصل ہوگا[1]

---

[1] تقلیل المنام بصورۃ القیام ص۶۱۔

باب ۲

تراویح سنّت مؤکّدہ ہے اس کا بہت اہتمام کرنا چاہیئے

تراویح چونکہ سنت ہے اس لیے عملاً اس کا بہت اہتمام کرنا چاہیئے گو اعتقاد میں فرض کا اہتمام زیادہ ہے اور عملاً اس کا اہتمام اس لئے زیادہ ہے کہ اس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا اثر محسوس ہے اور یہ ایک طبعی فطری بات ہے۔ چنانچہ اگر ایک قرآن رکھا ہو اور ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قمیص (کرتہ) مبارک بھی رکھا ہو۔ تو دیکھ لو دل کدھر کھنچتا ہے، طبیعت کا جذب (اور میلان) کدھر زیادہ ہوتا ہے گو عقیدہ میں قرآن حق تعالیٰ کا کلام ہے اس کی تعظیم واجب ہے مگر عملاً تم اس کے ساتھ وہ برتاؤ کرو گے جو قرآن کے ساتھ نہیں کرتے پھر بھی نہ یہ شرک ہے نہ ترک ادب کیوں کہ فطرةً انسان اس کے خلاف پر قادر نہیں، البتہ حدود شرعیہ سے آگے بڑھنا معصیت اور بدعت ہے۔ تو جب ہم آپ کے ملبوسات (یعنی آپ کے استعمال کیے ہوئے لباس) سے اس قدر متاثر ہوتے ہیں تو آپ کی سنت کی کیوں نہ وقعت ہو۔

(روح القیام صـ۸۹)

تراویح سنّت مؤکّدہ ہے اس کے چھوڑنے سے گناہ ہوگا

تراویح کے مؤکد ہونے کا جو عنوان مشہور ہے وہ یہ ہے کہ مواظبت (یعنی پابندی) کی دو قسمیں ہیں۔ ایک حقیقی دوسرے حکمی، مواظبت حقیقی تو یہ ہے کہ کسی فعل کو ہمیشہ پابندی سے کیا ہو۔ مثلاً ظہر کی سنتیں ہیں، فجر کی سنتیں ہیں۔ اور مواظبت حکمی یہ ہے کہ کوئی عمل ایسے طرز سے واقع ہوا ہے کہ وہ طرز تبلا رہا ہے کہ اس کا دوام (اور اس میں پابندی) مطلوب ہے چنانچہ آپ دو تین شب تشریف لائے اس کے بعد پھر تشریف نہیں لائے۔ اور صحابہ سے فرمایا کہ مجھے تم سب کا آنا معلوم تھا مگر میں اس لئے نہیں آیا کہ ایسا نہ ہو کہ تم پر یہ نماز فرض ہو جائے اور (فرض کی طرح اس کی ادائیگی) نہ ہو سکے تو تم (فرض چھوڑنے کے) گنہ گار ہو، اور اس کا مطلب یہ نہیں کہ چلو یہ تو ایک گنجائش کی بات معلوم ہوئی۔ کہ فرض نہیں، اب کیوں مشقت اٹھائیں۔ جاگیں اور تھکیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ گناہ تو ہوگا مگر فرض چھوڑنے کے برابر نہ ہوگا، شاید کوئی یہ کہنے لگے کہ خیر زیادہ گناہ تو نہیں ہے تھوڑا گناہ ہے اگر چھوڑ دیں گے تو کوئی بڑا گناہ نہ ہوگا۔ جو یہ کہے پہلے میری اس رائے کو قبول کرے تب یہ سمجھا جائے گا کہ یہ تھوڑی سی چیز کی وقعت نہیں کرتا اور اسے مہمل سمجھتا ہے۔ تب میں بھی ایسے شخص کے لئے فتویٰ دے دوں گا کہ اسے چھوڑ دینا جائز ہے۔

وہ رائے یہ ہے کہ ایک چھوٹی سی چنگاری لے کر اپنے چھپّر پر یا اپنے صندوق کے کپڑوں میں رکھ دے اور اگر کوئی اس کو ٹوکے تو وہ

یہ کہہ دے کہ یہ تو چھوٹی سی چنگاری ہے بڑا انگارہ تو نہیں ہے۔ اور اگر یہ چھوٹی سی چنگاری رکھنے سے بچے کہ چھوٹی بڑی سب یکساں ہیں تو اس سے کہا جائے گا کہ حضور والا یہاں بھی دونوں کا اثر یکساں ہے اور وہ کیا ہے، اللہ تعالےٰ کی ناخوشی (یعنی تراویح گو فرض نہیں سنتِ مؤکدہ ہے اس کے چھوڑنے سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہوگا۔[1]

تراویح کے سنت مؤکّدہ ہونے کی دلیل

تراویح کا پڑھنا نہایت ضروری ہے کیوں کہ روایات سے اس کا مرغوب فیہ ہونا، مامور بہ ہونا، اور معمول بہ ہونا، مطلوب و مقصود ہونا سب ثابت ہے۔

(یعنی احادیث سے ثابت ہے کہ تراویح کی نماز حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو مرغوب تھی، آپ کا معمول بھی تھا اور امت کو آپ نے اس کا حکم بھی دیا اور تراویح ثابت ہے) آپ کے عمل سے بھی، اس کے بعد صحابہ کی پابندی سے بھی اس لیے محققین نے اسے سنت مؤکدہ لکھا ہے گو آپ سے یہ ثابت ہے کہ تین شب کے بعد آپ تراویح کے لیے تشریف نہیں لائے اور یہ فرمایا کہ مجھے اس کے تم پر فرض ہو جانے کا اندیشہ تھا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر فرض کا اندیشہ نہ ہوتا تو آپ کا تشریف لانے کا ارادہ تھا اور پختہ ارادہ خود عمل کے قائم مقام ہوتا ہے پس جب آپ نے ارادہ فرمالیا تو اس سے بھی تراویح کا مؤکد ہونا ثابت

---

[1] روح القیام ص۲۹۔

ہو جائے گا جیسا کہ فعل سے ثابت ہوتا ہے۔ اس کے سنت مؤکدہ ہونے کی ایک یہ تقریر ہے جو اپنے عنوان کے اعتبار سے نئی ہے۔[1]

بیس رکعت تراویح کا ثبوت

حدیث شریف میں ہے:

"اِنَّ اللہ فَرَضَ لَکُمْ صِیَامَہٗ وَسَنَنْتُ لَکُمْ قِیَامَہٗ"

(موطا امام مالک)

بے شک اللہ نے تم پر رمضان کا روزہ فرض کیا ہے اور میں نے اس کی راتوں کا جاگنا یعنی تراویح پڑھنا مسنون کیا۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حدیث میں قِیَامَہٗ سے مراد۔ تراویح ہے۔

رہا بیس کا عدد، سو اس وقت اس کے اثبات سے ہم کو بحث نہیں، عمل کے لیے ہم کو اتنا کافی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح اور تین وتر جماعت کے ساتھ پڑھے جاتے تھے یہ روایت مؤطا امام مالک میں گو منقطع ہے مگر عملاً متواتر ہے۔ امت کے عمل نے اس کو متواتر کر دیا ہے بس عمل کے لیے اتنا کافی ہے۔

دیکھئے اگر کوئی پنساری کے پاس دوا لینے جائیں تو اس سے یہ نہیں پوچھتے کہ یہ دوا کہاں سے آئی اور اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ وہی دوا ہے جو میں لینا چاہتا ہوں۔ بلکہ اگر شبہ ہوتا ہے تو ایک دو

---

[1] روح القیام ص۳۰۔

جاننے والوں کو دکھلا کر اطمینان کرلیا جاتا ہے۔ اب اگر کوئی پنساری سے یہ کہے کہ مجھے تو اطمینان اس وقت ہوگا جب تم بائع (بیچنے والے) کے دستخط دکھلا دو گے کہ تم نے اس سے یہ دوا خریدی ہے۔ تو لوگ یہ کہیں گے کہ اس کو دوا کی ضرورت ہی نہیں اور پنساری بھی صاف کہہ دے گا کہ مجھے دستخط دکھلانے کی ضرورت نہیں، لینا ہو تو لو، نہ لینا ہو تو نہ لو۔ اسی طرح محققین سلف کا طرز ہے کہ وہ مدعی سے بحث نہیں کرتے بس مسئلہ تلا دیا، اور اگر کسی نے اس میں حجتیں نکالیں تو صاف کہہ دیا کہ کسی دوسرے سے تحقیق کرلو۔ جس پر تم کو اعتماد ہو، ہمیں بحث کی فرصت نہیں [1]

عوام کو اگر تبلا بھی دیا جائے کہ حدیث میں یہ ہے تو ان کو طریقِ استنباط کا علم کس طرح ہوگا۔ اس میں پھر وہ فقہاء کے محتاج ہوں گے تو پہلے ہی سے فقہاء کے بیان پر کیوں اعتماد نہیں کرتے [2]

عمل کے لئے اتنا ثبوت کافی ہے

عمل کے لیے تو تراویح کا اتنا ثبوت کافی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول سے اس کو مسنون فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صحابہ عملاً تراویح کی بیس رکعتیں پڑھتے تھے، عوام کے لیے اتنا کافی ہے، اس سے زیادہ تحقیق علماء کا منصب ہے اس سے اس وقت بحث نہیں۔ [3]

---

[1] [2] تعلیل المنام ص۵۴۔ [3] تقلیل المنام بصورۃ القیام ص۵۶۔

تراویح اور تہجد دونوں نمازیں علیحدہ علیحدہ ہیں

بعض پڑھے لکھے لوگوں کو اس میں شبہ ہوتا ہے (وہ یہ سمجھتے ہیں کہ تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے) میرے پاس ایک خط آیا ہے جس میں لکھا ہے کہ تراویح تو یہ وہی تہجد کی نماز ہے جو اخیر رات میں پڑھی جاتی تھی اس نے یہ صورت اختیار کرلی ہے۔ میں نے لکھا کہ دلیل سے ثابت ہے کہ تہجد اور ہے اور تراویح اور ہے۔ چنانچہ تہجد کی مشروعیت حق تعالیٰ کے کلام سے ثابت ہے۔

يَا اَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا نِّصْفَهٗ ۱ اَوِانْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا۔ (مزمل پ۲۹)

ترجمہ:- اے کپڑوں میں لپٹنے والے رات کو نماز میں کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات یعنی نصف رات کہ اس میں قیام نہ کرو یا اس نصف سے کسی قدر کم کردو یا نصف سے کچھ بڑھا دو اور قرآن کو خوب صاف صاف پڑھو۔ (بیان القرآن)

یہ آیت اس کی دلیل ہے۔ اور تراویح کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهٗ۔

یعنی میں نے تمہارے لیے اس میں تراویح مسنون کی ہے۔

اگر یہ تہجد ہے تو اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف کیوں منسوب کیا۔ اس سے لازم آتا ہے کہ جو خدا کی طرف منسوب ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف منسوب فرماتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ تہجد اور ہے جس کی مشروعیت حق تعالیٰ کے

کلام سے ثابت ہوتی ہے اور تراویح اور ہے جس کی سنیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ثابت ہوتی ہے۔ اور بڑی بات یہ ہے کہ تعامل امت نے دونوں میں فرق کیا ہے [1]

دوسری دلیل

اس تراویح کا نام قیام رمضان بھی ہے (حدیث شریف میں یہ نام آیا بھی ہے) کیوں کہ یہ رمضان کے ساتھ مخصوص ہے اور احادیث میں اس کو قیام رمضان سے تعبیر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ تراویح تہجد سے الگ کوئی عبادت ہے کیوں کہ تہجد رمضان کے ساتھ خاص ـــــ نہیں اور اس کے علاوہ اور بھی دلائل ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں الگ الگ عبادتیں ہیں [2]

تراویح بیس ہی رکعت کیوں پڑھنا چاہیئے

دہلی سے ایک نئے مجتہد صاحب آٹھ رکعت تراویح سن کر مولانا شیخ محمد صاحب کے پاس آئے تھے اور انھیں اس میں شک تھا کہ تراویح آٹھ ہیں یا بیس۔ یہ نئے مجتہد اپنے کو عامل بالحدیث کہتے ہیں۔ کیوں صاحب حدیث میں بیس بھی تو آئی ہیں ان پر کیوں نہیں عمل کیا، تاکہ اس کے ضمن میں آٹھ پر بھی عمل ہو جاتا (یعنی دونوں حدیثوں پر عمل ہو جاتا بیس والی حدیث پر بھی اور آٹھ والی پر بھی)۔

---

[1] روح القیام ص۹۰۔ [2] تقلیل المنام بصورۃ القیام ملحقہ برکات رمضان ص۵۶۔

اصل بات یہ ہے کہ نفس کو سہولت تو آٹھ ہی رکعت میں ہے تو بیس کیوں پڑھیں۔

بہرحال مولانا شیخ محمد صاحب سے انھوں نے سوال کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ اگر محکمہ مال سے یہ اطلاع آئے کہ مال گذاری داخل کرو (یا مثلاً جرمانہ یا فیس وغیرہ کا مطالبہ کیا گیا) اور تم کو معلوم نہ ہو کہ کتنی ہے تم نے ایک نمبردار سے پوچھا کہ میرے ذمہ کتنی مال گذاری ہے اس نے کہا کہ آٹھ روپئے تم نے دوسرے نمبردار سے پوچھا اس نے کہا بارہ روپئے۔ اس سے تردّد بڑھا۔ تم نے تیسرے سے پوچھا اس نے کہا بیس روپئے۔ تو اب بتاؤ تمہیں کچہری کتنی رقم لے کر جانا چاہیئے انھوں نے کہا کہ صاحب بیس روپئے لے کر جانا چاہیئے۔ اگر اتنی ہی ہوئی (یعنی بیس) تو کسی سے مانگنا نہ پڑے گا اور اگر کم ہوگی تو رقم بچ رہے گی (میرے کام آئے گی) اور اگر میں کم لے کر گیا اور وہاں ہوئی زیادہ تو کس سے مانگتا پھروں گا۔ مولانا نے فرمایا بس خوب سمجھ لو، اگر وہاں بیس رکعت طلب کی گئیں اور ہیں تمہارے پاس آٹھ تو کہاں سے لاکر دوگے اور اگر بیس ہیں اور طلب کم کی ہے تو بچ رہیں گی اور تمہارے کام آئیں گی۔ کہنے لگے ٹھیک ہے سمجھ میں آگیا، اب میں ہمیشہ بیس رکعتیں پڑھا کروں گا بس بالکل تسلی ہوگی سبحان اللہ کیا طرز ہے سمجھانے کا حقیقت میں یہ لوگ حکماء امت ہوتے ہیں [1]

---

[1] روح القیام ص۸۶۔

علمی تحقیق

آج میں نے ایک صاحب کے خط کا جواب لکھا ہے اور تعجب ہے کہ وہ صاحب پڑھے لکھے بھی ہیں، اگر کوئی جاہل ہو تو اسے سمجھانا آسان ہے مگر یہ پڑھے لکھے لوگ مشکل سے سمجھتے ہیں۔

اس خط میں لکھا تھا کہ آج کل طبیعتوں میں سستی غالب ہے اگر ان احادیث پر عمل کر لیا جائے جن میں آٹھ یا بارہ رکعت کی تصریح ہے تو کیا حرج ہے، مجھے بھی فکر ہوئی کہ اس کا کیا جواب لکھوں۔ پھر میں نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ اس کا کوئی جواب سمجھا دے۔ چنانچہ حق تعالےٰ نے مجھے سمجھا دیا۔ میں نے لکھا کہ یہ سیدھی سی بات ہے کہ بیس رکعت کے سنت مؤکدہ ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور اجماع کی مخالفت ناجائز ہے اور یہ اجماع علامت ہے ان احادیث کے منسوخ ہونے کی اور اگر اجماع میں یہ شبہ ہو کہ بعض علماء نے صرف آٹھ رکعت کو سنت مؤکدہ لکھا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اجماع اُس قول سے منعقد ہے۔ پس اس کے مقابلہ میں شاذ قول قابل اعتبار نہیں ہوگا۔ جب بیس رکعت کا سنت مؤکدہ ہونا ثابت ہو گیا تو اس کے ترک کرنے سے عتاب کا مستحق ہوگا۔

انھوں نے ایک بات اور لکھی تھی کہ صاحب فتح القدیر کی رائے ہے کہ آٹھ رکعتیں پڑھنی چاہیئے۔ میں نے لکھا کہ جمہور کے مقابلہ میں ایک صاحب فتح القدیر کی رائے نہیں چل سکتی۔ خصوصاً جب کہ ان کا عمل خود ان کے خلاف ہو۔ کیوں کہ صاحب فتح القدیر کی یہ علمی تحقیق ہے مگر پڑھیں انھوں نے بھی ہمیشہ بیس ۲۰۔ لہٰذا ان کی تحقیق قابلِ عمل

نہیں ہے عہ لہ

۲۰ رکعت تراویح کا شرعی حکم

اگر کوئی شخص عذر کی وجہ سے آٹھ رکعت پڑھ لے تو کیا حکم ہے

۴۲۲ **سوال**: اگر کوئی شخص ضعف اور دیگر امراض کی وجہ سے تراویح کی بیس رکعت نہ پڑھ سکے اور صرف آٹھ یا بارہ پڑھ لے تو گناہ تو نہ ہوگا؟

الجواب: تراویح بیس رکعت سنت مؤکدہ لکھا ہے، اس سے کم پڑھنے والا سنت مؤکدہ کا تارک ہوگا، پس جو عذر ترک سنت مؤکدہ کے لئے معتبر ہے وہ اس میں بھی معتبر ہوگا ورنہ اگر کھڑے ہو کر دشوار ہو تو دشواری کے بقدر بیٹھ کر پڑھ لے ۲ہ

عہ الاصل فیہ ماروی ان النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام خرج لیلۃ فی شہر رمضان فصلیٰ بھم عشرین رکعۃ ــــ وروی البیہقی فی المعرفۃ عن السائب بن یزید کنا نقوم فی زمن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بعشرین رکعۃ والوتر۔ قال النووی فی الخلاصۃ اسنادہ صحیح (فتح القدیر ص۴۰۶ ص۴۰۷/۱) قال محمد وبھذا ناخذ ــــ لان المسلمین قد اجمعوا علی ذالک وراوہ حسنًا (مؤطا امام محمد ص۱۳۰ باب قیام شہر رمضان)

لہ روح القیام ملحقہ برکات رمضان ص۸۵۔

۲ہ امداد الفتاوی ص۴۹۵/۱۔

باب ۳

تراویح کی جماعت میں کوتاہی

بڑے افسوس کی بات ہے کہ بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ تراویح کی جماعت سنت موکدہ علی الکفایۃ ہی تو ہے بس محلہ کے چند لوگ جماعت سے پڑھ لیں گے، ہماری طرف سے بھی ادا ہو جائے گی۔ کیا ظلم وستم ہے، تم خدا کے ساتھ قانون بگھارتے ہو؟ اگر خدا تعالےٰ بھی اپنی عطاء کے وقت قانون برتیں کہ جس طرح تم ضروری ارکان ادا کرتے ہو، وہ بھی ضرورت کے موافق دے دیا کریں تو بتاؤ تمہارا کیا حال ہوگا۔ مثلاً ایک دن تمہیں آدھ پاؤ سے زیادہ اناج نہ دیں یا ایک لوٹے سے زیادہ پانی نہ دیں تو تم کیا کرو گے کیوں کہ کسی کو دینا ان پر واجب تو ہے نہیں محض اپنے فضل ورحمت اور احسان سے دیتے ہیں۔

اب تم جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ قانون بگھارتے ہو کہ جماعت تراویح سنت موکدہ علی الکفایۃ ہے (لہٰذا ہم کو جماعت سے پڑھنے کی ضرورت نہیں کچھ لوگوں کا جماعت سے پڑھ لینا کافی ہے) تو اگر اللہ تعالےٰ بھی تمہارے ساتھ قانون برتے کہ اگر وہ تمہیں صرف اتنا ہی کھانے کو دیں کہ بھوکے نہ مرو۔ تو نانی یاد آجائے۔ بعض پڑھے لکھے لوگ بھی اس میں

کوتاہی کر بیٹھتے ہیں۔ انھوں نے جو کچھ پڑھا ہے، تراویح میں اس کی مشق ہوتی ہے [1]

تراویح سے متعلق بعض کوتاہیاں

۱:- بعض لوگ جلدی فارغ ہونے کی وجہ سے وقت آنے سے پہلے (نماز کے لیۓ) کھڑے ہو جاتے ہیں۔

۲:- اگر وقت پر کھڑے بھی ہوتے ہیں تو اذان ہی وقت سے پہلے کہہ دیتے ہیں۔

۳:- بعض حفاظ تراویح میں قرآن مجید اس قدر تیز پڑھتے ہیں کہ تجوید تو کیا صحیح ہوتی حروف بھی صحیح نہیں ادا ہوتے۔ بعض دفعہ سامعین کو سمجھنا تو کیا، سنائی بھی نہیں دیتا کہ کیا پڑھا جا رہا ہے۔

۴:- اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مقتدی ثناء، رکوع وسجدہ کی تسبیحات اور التحیات پورا نہیں پڑھنے پاتے کہ امام صاحب قراءۃ یا قومہ، یا جلسہ یا قیام یا سلام کی طرف چل دیتے ہیں۔

۵:- بعض جگہ ترویحہ (یعنی ہر چار رکعت) میں بھی نہیں ٹھہرتے۔

۶:- بعض لوگ ایک ہی رات میں دو دو جگہ پوری تراویح پڑھا دیتے ہیں۔

۷:- بہت سے لوگ اجرت پر (یعنی پیسہ لے کر) قرآن سناتے ہیں

۸:- بعض حفاظ اپنا پڑھ کر یا کسی روز ناغہ کر کے دوسرے حفاظ

---

[1] روح القیام ص۸۹ ملحقہ برکات رمضان۔

کا اس نیت سے سننے جاتے ہیں کہ اس کی غلطیاں پکڑیں گے، یا اس کو غلطی میں ڈالیں گے، کبھی کھنکھارتے ہیں کبھی زور سے باتیں کرتے ہیں۔

۹۔ بعض جگہ ایسے بچوں کو امام بنا دیتے ہیں کہ ان پر یہ بھی اطمینان نہیں کہ ان کے کپڑے بھی پاک ہوں گے یا ان کا وضو بھی ہوگا۔

۱۰۔ بعض دفعہ شبینہ اس طرح ہوتا ہے جس سے نماز و قرآن دونوں کا ضائع ہونا لازم آتا ہے۔[1]

تراویح کے حقوق اور اس میں ہونیوالی کوتاہیاں

تراویح رمضان المبارک کی مخصوص عبادت ہے اس کے حقوق یہ ہیں

۱۔ ٹھیک وقت پر ہو۔

۲۔ رکوع سجدہ بھی اچھی طرح ہو، تشہد بھی اچھی طرح ہو۔ جلدی مت کرو۔

۳۔ جو اس میں تلاوت کی جائے وہ بھی اچھی طرح ہو۔

اب تو لوگ تراویح کی ایسی گت بناتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔ تراویح اتنی بڑی نعمت اور سمجھتے ہیں کہ لو اب کمبختی آئی، بیس رکعت پڑھنی پڑیں گی، کوئی حد ہے، ناقدری کی، اور اگر کوئی حافظ ذرا تجوید سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے والے ہوئے تو گویا قیامت آگئی، اول تو ایسے حافظ کو کوئی تجویز نہیں کرتا، اور اگر کر بھی لیا تو جلدی کرنے کی فرمائش کرکے اسے ایسا تنگ کرتے

---

[1] اصلاح انقلاب ص۱۳۹۔

ہیں کہ آئندہ کے لیئے وہ توبہ کر لیتا ہے کہ انھیں تو اب کبھی نہیں سناؤں گا، بس یہ چاہتے ہیں کہ اٹھک بیٹھک ہو اور بیس پوری ہو جائیں[1]

تراویح کے بعض منکرات

جیسے دن کا عمل روزہ ہے ایسے ہی رات کا عمل قیام (یعنی تراویح) ہے اس میں لوگ یہ خبط کرتے ہیں کہ بیس رکعت گنتی کی تو پوری کر لیتے ہیں مگر یہ پتہ نہیں چلتا کہ ان میں توریت پڑھی جاتی ہے یا انجیل پڑھی جاتی ہے یا تو شروع کا حرف سمجھ میں آتا ہے یا رکوع کی تکبیر۔

ایک حافظ صاحب کا قصہ ہے کہ قرآن شریف پڑھتے پڑھتے جہاں بھولے وہاں کچھ اپنی تصنیف سے (عربی عبارت بنا کر) پڑھ دیا۔ بڑی تعریف ہوتی رہی کہ ان کو کہیں متشابہ نہیں لگتا لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

صاحبو! اللہ میاں کو دھوکہ مت دو، بیس رکعتیں گن کر ذرا ڈھنگ سے پڑھا کرو۔

بعض حافظ یہ ظلم کرتے ہیں کہ مقتدیوں کو بھگاتے ہیں، اس طرح کہ قراۃ اتنی لمبی کر دیتے ہیں کہ کوئی ٹھہر ہی نہ سکے، پانچ پانچ پارے ایک ایک رکعت میں پڑھ دیتے ہیں (جس کی وجہ سے لوگ آنا چھوڑ دیتے ہیں)۔

بَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَيَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا۔

---

[1] رمضان فی رمضان۔

یعنی خوش خبری سناؤ اور نفرت مت دلاؤ، آسانی کرو اور تنگی میں مت ڈالو [۱]

وقت سے پہلے اذان دینا

تراویح کی تو اب لوگوں نے یہ گت بنا دی ہے کہ اللہ کی پناہ۔ سب سے پہلے کوشش یہ ہوتی ہے کہ اذان سب سے پہلے کہی جائے۔ بعض مسجدوں میں وقت سے پہلے ہی اذان دے دیتے ہیں بس مؤذن صاحب نے کھانا کھایا اور اللہ اکبر پکار دیا۔ بلکہ بعض مسجدوں میں نماز بھی وقت سے پہلے شروع کر دیتے ہیں، زیادہ اہتمام اس کا ہوتا ہے کہ تراویح سے جلدی فارغ ہو کر لیٹ جائیں اور لیٹنے کو جی اس وجہ سے چاہتا ہے کہ پانی بہت پی لیتے ہیں۔ طبّی لحاظ سے بھی یہ بہت مضر ہے ذرا پیاس کو روک کر پانی پئیں تو تراویح بھی بشاشت سے ہوں۔ اور قرآن بھی اچھی طرح سن سکیں۔ [۲]

الغرض کہیں تو یہ ستم ہے کہ اذان ہی بے وقت ہوتی ہے اور کہیں اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ فرض بھی عشاء کے وقت سے پہلے ہی ہو جاتے ہیں اگر یہی بات ہے تو مغرب ہی کے وقت فارغ ہو لیا کریں۔

اور بعض لوگ ان کے مقابلہ میں یہ زیادتی کرتے ہیں کہ وہ تاخیر کے دلدادہ ہیں روزہ افطار کیا اور سو رہے اور مقتدی بچارے سوکھ رہے ہیں۔ یہ زیادہ تر رؤسا کی مسجدوں میں ہوتا ہے کیوں کہ وہ رئیس ہیں

---

[۱] تطہیر رمضان ص۲۷ ملحقہ برکات رمضان [۲] رمضان فی رمضان ص۳۱۳۔

ڈر کی وجہ سے ان سے کوئی بولتا نہیں، جب تشریف لاتے ہیں اسی وقت نماز ہوتی ہے۔ یاد رکھو، اس سے تفریق و تنفیر ہوتی ہے [۱]

ایک مسجد میں متعدد جگہ تراویح

۴۲۴ **سوال:-** کسی بڑی مسجد میں دو حافظ تراویح پڑھائیں اس طرح کہ درمیان میں کوئی آڑ کر دی جائے جس سے کہ ایک دوسرے کی آواز سے حرج نہ ہو، جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ایک مسجد میں دو جگہ تراویح پڑھنا بشرطیکہ ازراہ نفسانیت نہ ہو اور ایک کا دوسرے سے حرج نہ ہو جائز ہے۔ مگر افضل یہی ہے کہ ایک ہی امام کے ساتھ سب پڑھیں [۲]

چھوٹی ہوئی تراویح وتر سے پہلے پڑھے

یا وتر جماعت سے پڑھ کر بعد میں تراویح پڑھے

۴۲۵ **سوال:-** ایک شخص کی تراویح اور فرض نماز چھوٹ گئی وہ فرض پڑھ کر امام کے ساتھ تراویح میں شریک ہو گیا۔ جب امام کی نماز تراویح پوری ہو جائے تو وہ شخص امام کے ساتھ وتر کی جماعت میں شامل ہوگا، یا پہلے اپنی چھوٹی ہوئی تراویح پوری کرے گا؟

جواب: عالمگیری میں ہے کہ یہ شخص وتر میں شریک ہو جائے پھر بقیہ تراویح پڑھ لے [۳]

---

[۱] التہذیب ملحقہ فضائل صوم وصلوٰۃ ص۵۱۳۔ [۲] امداد الفتاوی ص۴۶۹ ج۱ [۳] ایضاً ص۴۹۶ ج۱۔

تراویح میں نابالغ کی امامت

بعض لوگ نابالغوں کو تراویح میں امام بنادیتے ہیں۔ نابالغ کے پیچھے تراویح پڑھنے میں اختلاف ہے۔ مختار اور مفتیٰ بہ قول یہی ہے (یعنی فتویٰ اسی پر ہے) کہ ناجائز ہے[1]

نابالغ کے پیچھے تراویح کی نماز جائز نہیں

۲۸۴ سوال :- نابالغ لڑکے کے پیچھے صرف تراویح پڑھی جائیں تو کیا حسب قواعدِ شرعیہ ومتاخرین فقہاء احناف کے نزدیک جائز ہے؟ ریاست بھوپال کے قضاۃ ومفتیان کرام نے جواز کا فتویٰ دیا ہے اور لکھا ہے کہ تراویح میں نابالغ کی اقتداء اختلافی مسئلہ ہے اس میں مشائخ فقہاء متاخرین جواز کے قائل ہیں۔ حضرت والا سے گذارش ہے کہ مفصل جواب سے شکرگذار فرمائیں اور بالغ ہونے کی حد بھی تحریر فرمائیں کہ کتنی عمر میں بالغ ہوتا ہے؟

الجواب :- فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ اختلاف کے باوجود ترجیح عدم جواز کو ہے[2] (یعنی راجح قول یہی ہے کہ جائز نہیں اور فقہاء نے اس کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ) نابالغ کی تراویح نفل محض ہے اور بالغ کی سنت مؤکدہ ہے، دوسرے نابالغ کی نفل شروع کرنے سے واجب نہیں ہوتی۔ اور بالغ کی واجب ہوتی ہے۔ پس نابالغ کی نماز ضعیف ہوئی، اس پر بالغ کی قوی نماز کا مبنی کرنا۔ خلاف اصول ہے۔ اس لئے جائز نہیں۔ اور اس میں جو حکمتیں ومصلحتیں بیان کی گئی ہیں کہ بچہ کا حفظ پختہ ہوجائے گا وغیرہ وغیرہ اس کا جواب یہ ہے کہ احکام کی بنا دلائل پر ہے مصالح پر نہیں، پھر بجائے تراویح کے نوافل میں ان کا پڑھ لینا بھی ممکن ہے اور اس کا کافی ہونا معلوم ہے۔ علاوہ اس کے نابالغ کی امامت میں مصالح کے ساتھ مفاسد بھی ہیں وہ یہ کہ اکثر وہ احکام طہارت واحکام صلوٰۃ سے ناواقف ہوتے ہیں۔ پس اس کے جائز کہنے میں بالغوں کی نماز کا فاسد ہونا بہت غالب ہے اور بالغ ہونے کی کوئی علامت نہ دیکھی جائے تو مفتیٰ بہ قول کے مطابق پندرہ سال کی عمر میں بلوغ کا حکم کردیا جاتا ہے، اس وقت اس کے پیچھے تراویح میں اقتداء جائز ہے[3]

تراویح کے سلسلہ میں ایک بڑی کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ بعض لوگ ایسے بچوں کو امام بنادیتے ہیں جن کو طہارت ونماز کے ضروری مسائل بھی معلوم نہیں ہوتے بلکہ ان پر یہ بھی اطمینان نہیں ہوتا کہ ان کے کپڑے بھی پاک ہوں گے یا ان کا وضو بھی ہوگا اور نماز کے بارہ میں تو بہت احتیاط مطلوب ہے، ایسے بچے نوافل میں پڑھ دیا کریں کافی ہے[4]

---

[1] التہذیب ص۵۱۵ ۔ [2] والمختار انہ لایجوز فی الصلوٰۃ کلہا۔ (رد المحتار شامی)

[3] امداد الفتاوی ص۳۶۱/۱ ۔

[4] اصلاح انقلاب ص۱۳۹/۱ ۔

ڈاڑھی کٹانے والے فاسق کی امامت کا حکم

ڈاڑھی منڈوانا، کترانا حرام ہے البتہ مقدار قبضہ یعنی ایک مٹھی سے جو زائد ہو جائے اس کا کترانا درست ہے۔ چنانچہ عالمگیری میں اس کی تصریح ہے[1]

(ڈاڑھی منڈانے یا کٹوانے والا شخص فاسق اور سخت گنہگار ہے اس کو امام بنانا جائز نہیں کیوں کہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے[2]

راجح قول کے مطابق فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے[3]

فاسق اور بدعتی کا امام بنانا مکروہ تحریمی ہے[5]۔ ہاں خدانخواستہ اگر بدعتی و فاسق زوردار ہوں کہ ان کے معزول کرنے پر قدرت نہ ہو یا فتنہ عظیم برپا ہوتا ہو تو مقتدیوں پر کراہت نہیں[4]

---

[1] امدادالفتاوی ص ۱۲۴/۴ سوال ۱۱۷۔ [2] امدادالمفتین ص ۲۶۱/۱۔ [3] امدادالفتاوی ص ۳۵۴/۱ سوال ۲۷۹۔ [4] بہشتی زیور ص ۵۷/۱۱۔

[5] کیوں کہ وہ واجب الاہانت ہے (قابلِ تعظیم نہیں) اس کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اس لیئے اس کو امام بنانا جائز نہیں ہے۔ (امدادالمفتین ص ۲۶۱/۱ بحوالہ شامی)

اور یہی حکم مؤذن کا بھی ہے۔ زبید۔

امرد یعنی خوبصورت لڑکا جس کے ابھی ڈاڑھی نہ نکلی ہو، اس کی امامت کا حکم

سوال ۲۸۱: امرد کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ مراد یہ ہے کہ بالغ ہو گیا ہے مگر ڈاڑھی مونچھیں کچھ نہیں آئی، خواہ حافظ ہو یا علم دین پڑھنے والا ہو اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر وہ خوبصورت ہے اور اس کو شہوت کی نگاہ سے لوگوں کے دیکھنے کا احتمال ہے تب تو وہ اگر حافظ یا طالب علم ہو تب بھی مکروہ ہے اور اگر یہ بات نہیں ہے صرف عوام کی ناپسندیدگی ہے تو اگر وہ سب مقتدیوں سے علم و قرآن میں اچھا ہے تو اس کی امامت مکروہ نہیں۔ اور اگر اتنی عمر ہو گئی ہے کہ اب ڈاڑھی بھرنے کی امید نہیں رہی تو وہ امرد نہیں رہا داور اس کی امامت بھی مکروہ نہیں خواہ ڈاڑھی کا ایک بال بھی نہ ہو)[1]

سب رکعتیں برابر ہونا چاہیئے

عام طور پر حافظوں کی یہ بھی عادت ہوتی ہے کہ شروع کی رکعتوں میں بہت کھینچتے ہیں اور آخر کی رکعتوں میں دو دو تین تین آیتیں پڑھتے ہیں۔ یاد رکھو کہ سب رکعتیں اور رکوع سجدے متناسب (یعنی برابر) ہونے چاہیئے۔

---

[1] امدادالفتاوی ص ۳۵۹/۱۔

حدیث شریف میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں آیا ہے:

كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرِيْبًا مِنَ السَّوَاءِ[عہ]

یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز معتدل ہوتی تھی اگر قیام طویل (لمبا) ہوتا تھا تو رکوع سجدہ بھی اس کے مناسب ہوتا تھا اور اب لوگ اس کے برعکس کرتے ہیں کہ قیام تو طویل کرتے اور رکوع سجدہ، قعدہ نہایت ہی مختصر۔ اس زمانہ میں تو پوری نماز مختصر پڑھنا چاہئے، اسی واسطے میں شبینہ بھی پسند نہیں کرتا[1]

حدیث میں آیا ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ" (مسلم ص۶۵/۱)

بے شک اللہ تعالےٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔

اہل اللہ اور مشائخ صفات حق کے ساتھ موصوف ہوتے ہیں اس لیے ان کو جمال یعنی تناسب ہر شئی میں پسندیدہ ہوتا ہے۔ ہم نے اپنے حضرات کو دیکھا ہے کہ نفاست اور تناسب ہر شئی کے اندر پسند کرتے تھے، تناسب تو ہر شئی میں بہتر ہے نماز کے اندر کیوں نہ ہوگا۔[2]

سب رکعتیں برابر پڑھنا شرعًا پسندیدہ ہے

سب رکعتیں برابر برابر پڑھا کرو، یہ دیکھو کہ تم کو ہر شئی کے اندر تناسب اور حسن اچھا معلوم ہوتا ہے، نماز تو زیادہ اس کے لائق ہے کہ اس کو حسین کرو۔ داؤد علیہ السلام لوہے کی زرہیں بناتے تھے، ان کو اللہ تعالےٰ نے حکم فرمایا: اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ۔ یعنی اے داؤد پوری پوری زرہیں بناؤ اور اس کے بنانے میں انداز رکھو یعنی کڑیاں (اور اس کے حلقے) بڑے چھوٹے نہ ہوں۔ جب لوہے کی زرہوں میں تناسب کا حکم ہے تو اے صاحبو! نماز تو بہت بڑی شئی ہے اس میں تناسب کا کیوں نہ حکم ہوگا، اگر تمہاری طبیعت میں تناسب نہ ہو تو ذکر اللہ کی کثرت کیا کرو، اس سے طبیعت میں نفاست اور اعتدال پسندی پیدا ہو جائے گی اور ہر امر میں تناسب کی رعایت رکھنے لگو گے۔

دیکھیئے جماعت کے اندر تناسب کا حکم ہے کہ صف سیدھی ہو، درمیان میں جگہ نہ چھوڑو، اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ شریعت کا کوئی حکم ایسا نہیں کہ جس میں تناسب ملحوظ نہ ہو۔ جب ہر امر میں تناسب کا حکم ہے تو نماز کے اندر کیوں نہ ہوگا۔ پس تراویح اور غیر تراویح اور ہر نماز میں تناسب کی رعایت رکھو۔ (یعنی ایسا نہ ہو کہ ایک رکعت بہت لمبی اور ایک مختصر)[1]

حفّاظ اور ائمہ کو مسائل سے واقف ہونا ضروری ہے

حفاظ کو مسائل جاننے کی سخت ضرورت ہے بعض حافظ بہت جاہل ہوتے ہیں، تعجب نہیں بلکہ غالب ہے کہ سجدہ سہو کے مسائل کی بھی ان کو خبر نہ ہو۔ جو شخص مسائل سے واقفیت نہ رکھتا ہو اس کو امام بنانا مناسب نہیں۔ امام یا تو عالم ہو یا علماء کا صحبت یافتہ ہونا

---

[1] التہذیب ص۵۱۶، [2] التہذیب ص۵۱۹۔ [عہ] مسلم ص۱۸۹/۱۔

[1] التہذیب ص۵۱۷۔

چاہیئے اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو وہ ضرور نماز کو خراب کرے گا۔

میرے سامنے خود ایک ایسا موقع پیش آیا کہ ایک مرتبہ میں اور میرے ایک ساتھی ایک مسجد میں گئے، گرمیوں کے رمضان تھے۔ حافظ صاحب نے ایک رکعت میں آدھا پارہ گھسیٹا ان کو یاد تو رہا نہیں کہ ایک رکعت ہوئی یا دو، وہ ایک ہی رکعت پر بیٹھ گئے، مقتدی بچارے تھکے ہوئے تھے انھوں نے بھی غنیمت سمجھا، یاد نہ رہا ہو، کسی نے نہ تبلایا۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ تم شریک ہو کر تبلاؤ لیکن انھوں نے جلدی سے سلام پھیر دیا، میں نے پکار کر کہا کہ حضرت ایک رکعت ہوئی ہے، نماز کا اعادہ کیجئے اور یہ جو قرآن آدھا پارہ پڑھا ہے اس کو بھی پھر سے پڑھیئے۔ اس وقت امام اور مقتدیوں میں خوب چک چک ہوئی۔[1]

تراویح میں کتنا قرآن سُنانا چاہیئے

حفّاظ وائمہ کو ضروری تنبیہ

اے حفّاظ اور اے امامو! اپنے مقتدیوں کو دیکھ لو کیسے ہیں؟ اگر واقعی ان کو قرآن سننے کا شوق ہو تو سبحان اللہ قرآن زیادہ پڑھو، قرآن جس قدر بھی زیادہ ہو، باعث نورانیت ہے اور اگر دیکھو کہ شوق نہیں جیسے آج کل ہے تو بس سوا پارہ اچھی مقدار ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ پندرہ ۱۵ پارہ تک سوا پارہ پڑھو اور پھر ایک ایک پارہ کرو۔ ۲۷ کو ختم ہو جائے گا۔

فقہاء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کسی جگہ رمضان میں نمازی

---

[1] التہذیب ص۵۱۵۔

ایک قرآن بھی سننے سے اکتاتے ہوں تو وہاں تراویح اَلَمْ تَرَ کَیْفَ سے پڑھ لے (پورا قرآن نہ سنائیں لیکن ــــ) بعض حافظ ایسا ستم ڈھاتے ہیں کہ (مقتدیوں کی منشاء کے خلاف) پانچ پانچ پارے پڑھ جاتے ہیں، ان حفاظ کو مسائل جاننے کی سخت ضرورت ہے۔[1]

امام کو چاہیئے کہ مقتدیوں کی رعایت کرے

حدیث شریف میں ایک قصّہ آیا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایک مسجد میں امام تھے پہلے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نفل کی نیت سے شریک ہوتے، پھر وہاں جاکر نماز پڑھایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ عشاء کی نماز پڑھانے کے لیئے گئے تو سورۃ بقرہ شروع کردی۔ محلہ میں ایک آدمی بے چارہ غریب، دن بھر کی محنت مزدوری مشقت سے تھکے ہوئے تھے، وہ جماعت سے علیحدہ ہو کر اپنی نماز پڑھ کر چلے گئے اور اس وقت جماعت میں شریک نہ ہونا نفاق کی علامت سمجھا جاتا تھا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ان کو بُرا بھلا کہا، صبح کو یہ مقدمہ آپ کے حضور میں پیش ہوا۔ ان صحابی نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی ــــ شکایت کی، کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم مزدور پیشہ لوگ ہیں ــــ دن بھر تو محنت مزدوری کرتے ہیں اور رات کو یہ سورہ بقرہ شروع کر دیتے ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پر عتاب فرمایا اور فرمایا اَفَتَّانٌ اَنْتَ یَا مُعَاذ یعنی اے معاذ کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے

---

[1] التہذیب ص۵۱۷۔

والے ہو۔ وَالشَّمْسِ، وَاللَّيْلِ، وَالتِّيْنِ پڑھا کرو، کیوں کہ مقتدیوں میں ضعیف، بیمار، کاروبار والے آدمی (سب ہی قسم کے لوگ) ہیں۔ الغرض نماز میں اتنی تاخیر کرنا یا قرارت اتنی لمبی کرنا جس سے نمازی بھاگ جائیں جائز نہیں ہے [1]

تراویح میں بہت تیز اور جلدی قرآن پڑھنے کی تمنّا کرنا

کانپور میں بے چارے ایک حافظ تھے جو ذرا رکوع وسجدہ اطمینان سے ادا کرتے تھے اور قومہ (یعنی رکوع سے کھڑے ہو کر بھی) کچھ دیر لگاتے تھے، لوگ تراویح کے بعد نکلتے ہوئے یہ کہتے تھے کہ ارے میاں تراویح کیا ہیں قید خانہ ہے۔ بس جا کر پھنس جاتے ہیں۔ رکوع میں گئے تو رکوع ہی میں ہیں۔ سجدہ میں چلے گئے تو اب سر ہی نہیں اٹھتا۔ التحیات پڑھنے بیٹھے تو اب کسی طرح سلام ہی نہیں پھیرتے۔ جان مصیبت میں آجاتی ہے۔

غرض مقتدی یوں چاہتے ہیں کہ امام بس التحیات ہی پڑھ کر سلام پھیر دیا کرے اور اس کو بہت پسند کرتے ہیں کہ حافظ ریل ہو اور ریل بھی کون سی، مال گاڑی نہیں، پسنجر نہیں، ڈاک نہیں، اسپیشل ہو اور اب اللہ بھلا کرے ریل سے بھی بڑھ کر ہوائی جہاز چل گئے ہیں۔ کہ حافظ جہاز ہوں۔

ایک نابینا حافظ صاحب تھے بیچارے مر گئے ہیں، ان کے تیز

---

[1] التہذیب ص۵۱۴۔

پڑھنے کا حال کچھ نہ پوچھو، بس گن گن گن گن گن گن غفورا۔ بن بن بن بن بن بن شکورا۔ غفورا، شکورا کے سوا کچھ خبر نہیں کہ کیا الفاظ منہ سے نکل رہے ہیں اور یہ پتہ تو کیا چل سکتا تھا کہ کون سا رکوع پڑھ رہے ہیں یا کون سا پارہ ہے۔ بس ادھا دھند آندھی کی طرح اڑے چلے جاتے تھے۔ مگر مقتدی ان سے ایسے خوش تھے کہ سبحان اللہ کیا ہلکی پھلکی تراویح پڑھاتے ہیں۔

اور میں تم کو اس سے بھی زیادہ ہلکی پھلکی کی ترکیب بتا دوں وہ یہ کہ بالکل ہی نہ پڑھو، کیوں کہ ہلکی پھلکی ہونے کے بھی مرتبے ہیں۔ جیسے جلدی کے درجے ہیں۔ ہلکے پھلکے رہنے کا ایک درجہ یہ بھی ہے کہ تراویح بالکل پڑھے ہی نہیں۔ چنانچہ بعض لوگ ایسا کرتے بھی ہیں۔

ارے خدا کے بندو، جب تراویح کا نام کیا ہے اور ایک گھنٹہ کی مشقت بھی اٹھائی تو پندرہ منٹ کی اور مشقت سہی۔ اور زیادہ وقت تو اٹھنے بیٹھنے میں لگتا ہے۔ اچھی طرح تجوید سے پڑھنے میں اور گھسیٹ کر جلدی جلدی پڑھنے میں گھڑی لے کر آزما کر دیکھ لو، دس پندرہ منٹ سے زیادہ فرق نہیں نکلے گا۔

پھر افسوس ہے کہ صرف دس پندرہ منٹ کے لیے قرآن کو بگاڑ کر پڑھا جائے اور تراویح کو خراب کیا جائے۔

پھر تراویح سے فارغ ہو کر کوئی کام بھی تو نہیں محض باتیں کرنے کے سوا کوئی کام نہیں کرتے، کتنے افسوس کی بات ہے کہ تراویح کو تو خراب کرو، اور کھانے کو نہ خراب کرو۔ بلکہ رمضان میں تو اور مہینوں سے زیادہ لذیذ کھانے کا اہتمام کرتے ہیں کہ بھنا ہوا گوشت بھی ہو، چٹنی

بھی ہو، دہی بڑے بھی ہوں، پھلکیاں بھی ہوں، شربت بھی ہو وغیرہ وغیرہ۔ پھر شرم نہیں آتی جسمانی غذائیں تو دونوں سے اچھی ہوں اور روحانی غذا کو خراب کر کے کھاؤ۔ سبحان اللہ کیا اچھا فیصلہ ہے [1]

ہمت سے کام لیجئے

حضرت امام ابوحنیفہ رحؒ کا حال

کچھ آپ بھی ہمت کیجئے، ہم سے پہلے ہمت والوں نے تو یہاں تک کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحؒ ہر رمضان میں اکسٹھ قرآن شریف ختم کرتے تھے۔ ایک ختم تو روزانہ دن کو کرتے اور ایک رات کو اور ایک وہ جو ہمیشہ تراویح میں پڑھنے کا معمول تھا۔ غرض ایک مہینہ میں اکسٹھ (۶۱) قرآن شریف پڑھتے تھے۔

تو دیکھو ایک اللہ کے بندے وہ بھی تو تھے (اور ایک ہم ہیں کہ عبادت کے لیے کچھ محنت مشقت برداشت کرنا جانتے ہی نہیں) [2]

تراویح یا شب قدر میں نیند نہ آنے کا علاج

بعض لوگوں کو تراویح میں نیند بہت آتی ہے سو اس کا علاج کرنا چاہیئے۔ اور اس کا آسان علاج ایک تو یہ ہے کہ کالی مرچ کھا لو اس سے نیند جاتی رہے گی۔ کالی مرچ نفع مند بھی ہے، مقوی دماغ بھی ہے البتہ لال مرچ نقصان دہ ہے۔

---

[1] ومضان فی رمضان صـ ۳۱۲ [2] ومضان فی رمضان ملحقہ فضائل صوم وصلوٰۃ صـ ۳۱۳۔

باقی نیند کا اصل علاج یہ ہے کہ پانی کم پیو، مشائخ میں سے اکثر اہل مجاہدہ کا قول یہ ہے کہ نیند کا مادہ پانی سے ہے اس کو امام غزالیؒ نے بھی لکھا ہے پھر بھی اگر زیادہ نیند آئے تو کالی مرچ (نماز سے پہلے یا دوران نماز سلام پھیرنے کے بعد) چبالو۔ آخر خدا تعالےٰ سے کچھ لینا بھی ہے یا نہیں۔ حق تعالےٰ سبحانہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

اَیَطْمَعُ کُلُّ امْرِیٍٔ مِّنْھُمْ اَنْ یُّدْخَلَ جَنَّۃَ نَعِیْمٍ ؕ

یعنی کیا ہر شخص اس کی طمع رکھتا ہے کہ نعمتوں والی جنت میں داخل کیا جائے؟ ایسا ہرگز نہیں، یعنی کچھ کئے بغیر کچھ نہ ملے گا، پہلے اعمال کے ذریعہ جنت کے قابل تو بنو، اعمال و مجاہدہ کے — بغیر جنت لینے کا کیا منہ ہے پس رمضان میں ہمت کر کے ایک قرآن تو سن ہی لو [1]

تراویح میں حضورِ قلب اور توجہ سے قرآن (پڑھنے کا طریقہ)

رمضان میں اور خصوصاً تراویح میں قرآن کی طرف توجہ کرنے کی حقیقت بھی بتلاتا ہوں۔ دیکھو اگر کسی حافظ کو کوئی رکوع کچا یاد ہو تو اسے کیسے پڑھے گا خوب دھیان سے پڑھے گا۔ یہی حاصل ہے قرآن کی طرف توجہ کرنے کا پس جس طرح ایک رکوع پڑھتے ہو، بیسوں رکعت اسی طرح پڑھ لیا کرو۔ نماز میں حضورِ قلب کے یہی معنی ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحؒ نے نماز میں اور قرآن میں حضورِ قلب کی یہی حقیقت لکھی ہے۔ اب بتلاؤ کہ حضورِ قلب

---

[1] مثلث رمضان ملحقہ برکات رمضان صـ ۲۰۴۔

سے نماز پڑھنا کیا مشکل ہے، بس اتنا ہی تو کرنا پڑے گا کہ جو خیال نیت کے وقت دل میں تھا اسے پوری نماز میں رکھو۔

اور حضورِ قلب سے قرآن پڑھنا کیا مشکل ہے بس اتنا ہی تو ہے کہ جو کیفیت تمہاری پہلے رکوع کے پڑھنے کے وقت ہوتی ہے، اسے بیسوں رکوعوں میں رکھو۔ اب بھی اگر کسی سے حضورِ قلب نہ ہو تو یہ اس کی کوتاہی ہے[1]

بعض حافظوں کی غلط فہمی

بعض حفاظ قرآن مجید جلدی ختم کرنے کو یا بہت سے قرآن ختم کرنے کو فخر سمجھتے ہیں، اور اس مقصود کو حاصل کرنے کیلئے خوب تیز پڑھتے ہیں کہ حروف بھی صاف ادا نہیں ہوتے، قرآن مجید میں ترتیل کو (یعنی تجوید سے پڑھنے کو) فرض فرمایا ہے خود اس فرض کا ترک کرنا گناہ کی بات ہے، خاص کر جب ریا، نمود، فخر کے لیے ہو تو دوگنا گناہ ہے بعض لوگ اس قدر زیادہ پڑھتے ہیں کہ مقتدی گھبرا جاتے ہیں — حدیث میں امام کو تخفیف صلوٰۃ (یعنی ہلکی نماز پڑھنے) کا حکم آیا ہے۔ اس میں اس حکم کا ترک کرنا لازم آتا ہے یہ بھی بُرا ہے۔ غرض مقتدیوں کے تحمل کے بقدر پڑھنا چاہیئے (جتنا کہ سہولت اور بشاشت سے سن سکیں) اور صاف صاف پڑھنا چاہیئے گو کئی کئی ختم نہ ہوں[2]

---

[1] روح القیام ملحقہ برکات رمضان ص119 ۔

[2] اصلاح الرسوم ص۱۴۸ ۔

بعض حافظوں کی بُری عادتیں

بعض حافظوں کی عادت ہوتی ہے کہ اپنا قرآن سنا کر دوسرے حافظوں کا سنتے پھرتے ہیں۔ ہرچند کہ قرآن مجید کا سننا اور اس کے لیے جانا بہت خوبی کی بات ہے۔ مگر ان حضرات کی اکثر نیت یہ ہوتی ہے کہ اس کی غلطی پر مطلع ہو کر اس کو رسوا کریں۔ ظاہر ہے کہ کسی مسلمان کی عیب جوئی کرنا خود حرام ہے، قرآن و حدیث میں اس کی حرمت موجود ہے۔ پھر اس کو رسوا کرنا یہ دوسرا گناہ ہے اور گناہ کے ارادہ سے چلنا کہیں جانا یہ بھی گناہ ہے

البتہ اگر صرف قرآنی برکات حاصل کرنے کے لیے جائے یا کسی خوش آواز (اچھے قاری) کا سن کر دل ہی خوش کرنا مقصود ہو تو اس میں مضائقہ نہیں۔ پہلی ضرورت عبادت اور دوسری مباح ہوگی۔

بعض لوگ یہ بھی کرتے ہیں کہ دوسری جگہ جا کر کھنکارتے ہیں — کہیں لکڑیاں زمین پر یا دیوار پر مارتے ہیں یا لالٹین کا رخ بدل بدل کر اپنی تشریف آوری سے اطلاع دیتے ہیں جس سے پڑھنے والا پریشان ہو کر بھولنے لگے۔ ظاہر ہے کسی عبادت میں خلل ڈالنا خود یہ شیطان کا کام ہے۔

اور بعض لوگ نماز میں شریک ہو کر قصدًا غلط لقمہ دینا شروع کر دیتے ہیں اور اس کے یاد ہونے نہ ہونے کا امتحان لیتے ہیں۔ یہ سب گناہ کی باتیں ہیں۔

اگر کہیں واقعی سننے کے لیے جائے تو چپکے سے جا کر یا تو بیٹھ جائے یا بہتر ہے کہ نماز میں شریک ہو جائے اور جب مقصود حاصل

ہوجائے اسی طرح واپس آجائے [1]

تراویح کا مسنون طریقہ اور حضرت تھانوی رح

کا معمول

بندہ محمد یوسف بجنوری عرض کرتا ہے کہ مجھ کو ایک عرصہ سے تمنا تھی کہ تراویح کا جو طریقہ سلف میں تھا اس کا ذکر کتب فقہ میں تو ہے اس کو عمل میں کہیں دیکھوں، مگر کہیں اتفاق نہیں ہوا تھا۔ جہاں کہیں بھی دیکھا حد سے متجاوز پایا ــــــ اس سال بندہ کا قیام تھانہ بھون میں رہا اور رمضان شریف میں شروع سے اخیر تک یہ شریک رہا۔ حضرت والا نے قرآن شریف سنایا۔

چونکہ حضرت والا ہر امر میں اتباع سنت کو بدرجہ اعلیٰ محفوظ رکھتے ہیں، اس کو بھی مسنون طریقہ کے مطابق ادا فرمایا، ایک بات بھی ایسی نہ ہوئی جو شرع کے خلاف ہو۔ اس لیے بندہ کو مناسب معلوم ہوا کہ جس طریقہ سے حضرت نے تراویح ادا فرمائیں اس کو قلم بند کردوں کیا اچھا ہو کہ جن حضرات کی نظر سے یہ مضمون گذرے وہ بھی اسی طرح عمل فرمائیں، واللہ اتباع سنت ہی میں دین کی راحت ہے اور دنیا کی بھی بڑی ــــ راحت ہے، تجربہ سے اس دعویٰ کی تصدیق ہوجائے گی۔ اب میں اس کے متعلق عرض کرتا ہوں۔

۱:- رمضان شریف میں حضرت کے یہاں عشاء کی اذان کا وقت

---

[1] اصلاح الرسوم صفحہ ۱۴۷۔

آٹھ بجے یعنی غروب سے ایک گھنٹہ چالیس منٹ بعد تھا اور پونے نو بجے جماعت کھڑی ہوتی تھی۔

۲:- حضرت والا فرض خود ہی پڑھاتے تھے۔ رمضان شریف میں سورۂ فاتحہ کے بعد چھوٹی سورتیں پڑھتے تھے جیسے وَالتِّيْنِ اور اَلَمْ تَرَ كَيْفَ وغیرہ۔ اور اکثر تو یہی عادت تھی اور کبھی وَالشَّمْسِ وغیرہ پڑھتے۔ غرض فرضوں میں قرارت طویل نہ ہوتی تھی اس میں مقتدیوں کی رعایت مدنظر تھی۔

۳:- تراویح میں قرارت نہ تو اس قدر جلدی ہوتی تھی جیسے اس زمانہ میں حفاظ کا طرز ہے کہ الفاظ بھی ٹھیک ٹھیک ادا نہیں ہوتے اور نہ اس قدر آہستہ ہوتی تھی جیسے فرضوں میں قرارت ہوتی ہے بلکہ فرضوں کی بہ نسبت ذرا کچھ رواں قرارت فرماتے اور ہر حرف اچھی طرح سمجھ میں آتا تھا، اظہار و اخفاء کی بھی رعایت تھی۔

۴:- تراویح میں شروع شروع میں سوا پارہ پڑھا پھر کم کردیا تھا ــــ ۲۷ ویں شب کو ختم ہوا۔

۵: کل وقت فرض اور سنت اور تراویح اور وتر میں ڈیڑھ گھنٹہ یا کبھی اس سے بھی کم خرچ ہوتا تھا۔

۶:- ہر چار رکعت کے بعد بیٹھتے تھے جس کو ترویحہ کہتے ہیں اس میں ۲۵ بار درود شریف پڑھتے جس میں خفیف سا جہر ہوتا تھا (یعنی ہلکی آواز سے پڑھتے تھے)۔

۷:- جب بیس رکعت تراویح ہوجاتیں تو ترویحہ کرکے دعا مانگتے اس کے بعد وتر پڑھتے۔

۸۔ جس موقع پر کلام اللہ میں سجدہ کی آیت ہے وہاں کبھی سجدہ فرماتے ہیں اور کبھی (جب مجمع زیادہ ہوتا ہے تو) رکوع ہی سے سجدہ ادا فرماتے ہیں (کیوں کہ مسئلہ ہے کہ سجدہ کی آیت پڑھ کر جلدی اگر رکوع میں چلا جائے اور رکوع میں سجدہ کی نیت کرلے تو سجدہ تلاوت ادا ہوجاتا ہے)۔

۹۔ عام معمول یہ ہے کہ سورہ اخلاص سے پہلے ہی کسی سورۃ میں بسم اللہ جہر سے پڑھتے ہیں۔ حضرت والا نے سورۂ اقراء سے پہلے بسم اللہ میں جہر فرمایا (کیوں کہ مسئلہ یہ ہے کہ پورے کلام اللہ میں ایک دفعہ جہر سے بسم اللہ پڑھنا چاہیئے خواہ کسی سورۃ میں ہو۔

۱۰۔ عام دستور یہ ہے کہ سورۃ اخلاص کو تین بار پڑھتے ہیں حضرت والا نے اس کو ایک بار ہی پڑھا۔

۱۱۔ جس روز ختم ہوا، دوسرے دنوں کے بہ نسبت نہ روشنی میں اضافہ تھا نہ مٹھائی منگائی گئی، جیسے اور روز پڑھ کر چلے جاتے تھے اس دن بھی چلے گئے۔

۱۲۔ ایک دستور یہ کہ جس روز ختم ہوتا ہے تو حافظ کے سامنے پنساری کی دکان لاکر رکھ دیتے ہیں یعنی اجوائن وغیرہ سامان اور پڑیاں، پانی دم کرنے کے لئے رکھ دیتے ہیں حافظ صاحب اس میں چھو کر دیتے ہیں، یہاں یہ سب کچھ نہیں تھا بس مسنون طریقہ کے مطابق عمل تھا۔ شریعت مطہرہ نے سب کاموں میں آسانی رکھی ہے ہم لوگ خود ہی دقتیں بڑھا لیتے ہیں۔ اگر اس طریقہ سے تراویح کریں تو کتنی آسانی ہو۔

۱۳۔ ختم ہونے کے بعد تین روز اور تراویح پڑھیں، پہلے دن سورۃ الضحیٰ سے آخر تک تراویح میں قرآن پڑھا۔ دوسرے دن الم ترکیف سے اخیر تک پھر اسی کو لوٹا کر اخیر تک پڑھا۔ تیسرے دن عم یتسا، لون کا تقریباً نصف پارہ پڑھا[1]

---

[1] حسن العزیز ص ۵۵/۵۲۵ ج ۳۔

باب ۱۴

اجرت دے کر قرآن سُنا

ایک بدعت تراویح میں استیجار علی العبادۃ (عبادت پر اجرت لینے کی ہے) یعنی حافظ صاحب سے اجرت دے کر قرآن پڑھوایا جاتا ہے اور استیجار علی العبادۃ (یعنی عبادت پر اجرت لینا) حرام ہے۔[عہ] بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ اجرت نہیں کیوں کہ ہم کوئی مقدار مقرر نہیں کرتے جو ہمارے مقدر میں پہنچتا ہے وہ لے لیتے ہیں۔ سبحان اللہ۔

اَلْمَعْرُوْفُ کَالْمَشْرُوْطِ۔ جو بات مشہور ہوتی ہے اس میں ٹھہرانے کی کیا ضرورت ہوتی ہے (مشہور تو خود ہی مشروط ہوتا ہے) اگر کسی طرح حافظ صاحب کو معلوم ہو جائے کہ یہاں سنانے میں کچھ بھی نہ ملے گا تو درمیان رمضان ہی میں حافظ صاحب چھوڑ کر بیٹھ رہیں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حافظ صاحب کو مقصود اجرت ہی ہے، ختم کرنے سے بحث نہیں [1]

[عہ] والاستیجار علی مجردۃ التلاوۃ لم یقل بہ اَحَدٌ من الائمۃِ وانّمَا تنازعوا فی الاستیجار علی التعلیم۔
(شامی)

[1] تطہیر رمضان ص۲۹۔

تراویح سنا کر اجرت لینا جائز نہیں اور امام و مؤذن اور مدرس کو تنخواہ لینا جائز ہے

افسوس ہے کہ کلام اللہ رضائے خداوندی کا ذریعہ تھا لوگوں نے اس کو دنیا طلبی کا ذریعہ بنالیا ہے کہ روپیہ لے کر اور مقرر کر کے قرآن سناتے ہیں۔ یہ صریح دین فروشی ہے لیکن قرآن کی تعلیم (اور مدرّسی) کو اس پر قیاس نہ کیا جائے، کیوں کہ قرآن کی تعلیم پر تنخواہ لینا جائز ہے۔

اور مُردوں پر قرآن شریف پڑھ کر (ایصال ثواب کر کے) اجرت لینے کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ بھی ناجائز ہے اور قرآن فروشی ہے۔ اور قرآن کی تعلیم پر ان کا قیاس اس لیے نہیں ہو سکتا کہ تعلیم قرآن تو شعائر میں سے ہے اس خدمت کے لیے محبوس ہونا جزاء کا موجب ہے (یعنی جو اس خدمت میں وقت پابندی سے لگائے گا تنخواہ کا مستحق ہوگا) اور تراویح کا ختم اور ایصال ثواب (قرآن خوانی) یہ شعائر میں سے نہیں اگرچہ طاعت ہے البتہ خود تراویح یا پنجگانہ نماز کی جماعت یہ شعائر میں سے ہے اس کے لیے (یعنی فرض نماز اور مطلق تراویح کے لئے) اگر مفت کا امام نہ ملے تو اجرت ٹھہرانا درست ہے۔[1]

قرآن سنانے کی اجرت لینا دینا دونوں ناجائز ہیں

بعض حفّاظ کی عادت ہے کہ اجرت لے کر قرآن مجید سناتے ہیں۔

---

[1] احکام العشر الاخیرہ ص۳۶۶ ملحقہ فضائل صوم وصلوٰۃ۔

طاعت پر اجرت لینا حرام ہے۔ اسی طرح دینا بھی حرام ہے بعض لوگ کہدیتے ہیں کہ ہم نے پہلے سے مقرر نہیں کیا اس لیے یہ معاوضہ نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ گو پہلے سے نہیں ٹھہرایا لیکن نیت تو دونوں کی یہی ہے اور نیت بھی محض خیال کے درجہ میں نہیں بلکہ عزم (یعنی پختہ ارادہ) کے درجہ میں ہوتی ہے اگر کسی طرح یہ معلوم ہو جائے کہ یہاں کچھ وصول نہ ہوگا تو ہرگز ہرگز وہاں نہ سنائیں گے اور فقہ کا قاعدہ ہے کہ معروف مثل مشروط کے ہے جب اس کا رواج ہوگیا اور دونوں کی نیت یہی ہے تو بلاشک وہ معاوضہ ہے[1]

جب امامت کی اجرت جائز ہے تو تراویح کی کیوں جائز نہیں

۲۰۹
سوال:۔ جب امامت پر اجرت جائز ہے تو تراویح میں ایک قرآن سنانا بھی بعض علماء کے قول کے مطابق، سنت مؤکدہ ہے اس پر اجرت کیوں ناجائز ہے۔ ؟

الجواب:۔ جہاں فقہاء نے ایک ختم کو سنت کہا ہے جس سے ظاہراً سنت مؤکدہ مراد ہے وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ جہاں (پورا ایک قرآن سننا) لوگوں کو ثقیل ہو وہاں الم ترکیف وغیرہ سے پڑھ دے۔ پس جب تقلیل جماعت کے محذور سے بچنے کے لیے (یعنی اس اندیشہ سے کہ پورا قرآن سنانے میں شاید جماعت کم ہو جائے ایسی صورت میں) اس سنت کے ترک کی اجازت دے دی تو استیجار علی الطاعت (یعنی عبادت پر اجرت لینے) کی خرابی اس سے بڑھ کر ہے اس سے بچنے کے لیے کیوں نہ کہا جائے گا کہ اَلَمْ تَرَكَيْفَ سے

---

[1] اصلاح الرسوم ص ۱۴۸۔

پڑھ لے۔ اسی سے نمبر ۱، ۲ کی (گذشتہ مسئلہ کی دلیل اور) وجہ بھی معلوم ہو گئی ہو گی[1]

سامع یعنی امام کے پیچھے قرآن سننے اور ٹوکنے والے کو بھی اجرت لینا جائز نہیں

ایک مسئلہ اور ہے اس میں مجھ سے غلطی ہو چکی ہے وہ یہ ہے کہ میں سمجھتا تھا کہ سامع کو (یعنی امام کے پیچھے حافظ مقتدی جو لقمہ دینے کی غرض سے متعین ہو اس کو) روپیہ لینا (بطور اجرت کے) جائز ہے۔ میں اس کو تعلیم پر قیاس کیا کرتا تھا۔ (چنانچہ میں نے فتویٰ دیا تھا کہ) "سماعت قرآن سے غرض یہ ہے کہ جہاں بھولے گا بتلائے گا پس یہ تعلیم ہوئی اور تعلیم پر اجرت لینے کے جواز پر فتویٰ ہے۔"[ع]

لیکن پھر سمجھ میں آیا کہ یہ قیاس صحیح نہیں اس لیے کہ (بحالت صلوٰۃ) تعلیم سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور سامع کے بتلانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اور نیز بھولے ہوئے کو بتلانا نماز کی اصلاح ہے اور اصلاح نماز عبادت ہے اس لیے نہ قاری کو (یعنی امام صاحب کو اجرت لینا) جائز ہے نہ سامع کو۔ یہ دونوں فتوے قواعد کلیہ سے دیئے گئے ہیں۔ اگر اس کے خلاف کسی کو جزئیہ معلوم ہو تو میں اس سے بھی رجوع کر لوں گا۔[2]

---

[1] امداد الفتاویٰ ص ۴۸۳/۱۔ [2] التہذیب ملحقہ حقوق و فرائض ص ۲۱۵/۴۔ [ع] امداد الفتاویٰ ص ۲۹۶/۱۔

بغیر پیسے والا حافظ نہ ملے تو کیا کرنا چاہیئے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب بلا اجرت پڑھنے والا ہم کو ملتا ہی نہیں اور اجرت دے کر سننا جائز نہیں تو پھر قرآن کیسے سنیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پورا قرآن سننا فرض نہیں، ایک مستحب امر کے لیے حرام کا ارتکاب جائز نہیں۔ الم ترکیف سے تراویح پڑھ لو۔ ایسی حالت میں قرآن مجید کا ختم کرنا ضروری نہیں [1]

جو حافظ اجرت لے کر تراویح سنائے اس کے پیچھے تراویح نہ پڑھنا چاہیئے اس سے بہتر یہ ہے کہ الم ترکیف سے تراویح پڑھ لی جائے۔ [2]

سوال ۴۰۹ :- (۱) جو حافظ تراویح میں قرآن سنائے اس کو دینا بھی ناجائز یا لینا دینا دونوں ناجائز ہے۔ (۲) اور اگر بلا اجرت حافظ نہ ملے تو اجرت پر مقرر کرے یا الم ترکیف سے تراویح پڑھ لے؟

جواب :- (۱) میں تو دونوں کو ناجائز سمجھتا ہوں۔

(۲) میں تو الم ترکیف سے تبلا دیتا ہوں [3]

اجیر حافظ یعنی پیسہ لے کر قرآن سنانے والے
کے پیچھے سننے سے ثواب ہوگا یا نہیں

سوال ۴۲۶ :- جس جگہ حافظ اجرت پر قرآن سناتے ہیں، اجرت متعین تو نہیں ہوتی مگر عام رواج ہے کہ لوگوں سے چندہ وصول کر کے حافظ

---

[1] اصلاح الرسوم ص۱۴۹۔ [2] انفاس عیسیٰ ص۳۴۸۔ [3] امداد الفتاویٰ ص۴۸۴۔

صاحب کو دیتے ہیں۔ اس صورت میں تراویح سننے کا ثواب ہوگا یا نہیں؟ اگر ثواب نہ ہو تو کیا کرے گھر آکر تنہا پڑھ لیا کرے؟

الجواب :- سننا جدا عمل ہے اس میں کوئی امر مانع ثواب نہیں اس کا ثواب ہوگا" (البتہ شرط یہ ہے کہ سننے والا امام کو معاوضہ دینے والوں میں نہ ہو۔ محمد شفیع) یہ کراہت اجارہ علی الطاعۃ امام سے ناپسند کرنے والے مقتدیوں کی طرف متعدی نہیں ہوتی۔ (یعنی وہ مقتدی جو حافظ قرآن کو قرآن سنانے کی اجرت کے لین دین کو غلط سمجھتے ہوں اور اس میں شریک نہ ہوں وہ اس سے بری ہوں گے) کیوں کہ نہ وہ اس کے سبب (اور ذریعہ) ہیں نہ ہی اس کے مباشر (یعنی خود کرنے والے) اور تیسری کوئی نسبت کی علت نہیں [1]

عارضی امام بنانے کا حیلہ بھی غیر مفید ہے

سوال ۴۱۱ :- اگر زید کو کوئی شخص اجرت طے کئے ہوئے بغیر اپنی خوشی سے پانچ روپئے دے دے یا ایک ماہ کے لیے امام مقرر کر کے کچھ اجرت دے دے اس طور سے عند الشرع اجرت حلال ہوگی یا نہیں؟ اور امامت کی صورت میں تو حلال ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں معلوم ہوتا کیونکہ علماء متاخرین نے امامت کی اجرت کے جواز پر فتویٰ دیا ہے آپکی کیا رائے ہے تفصیل سے تحریر کیجئے۔

الجواب :- یہ جواز کا فتویٰ اس وقت ہے جب امامت ہی مقصود ہو حالانکہ یہاں مقصود ختم تراویح ہے اور یہ محض ایک حیلہ ہے دیانات (عبادات) میں جو کہ معاملہ فِی مَا بَیْنَ الْعَبْدُ وَبَیْنَ اللّٰہ ہے (یعنی اللہ اور اس کے بندہ کا معاملہ

---

[1] انفاس عیسیٰ ص۴۳۶۔ [2] امداد الفتاویٰ ص۴۹۶ ج۱۔

ہے حقیقت سب کو معلوم ہے (ایسے) حیلے واقعی جواز کو مفید نہیں ہوتے لہٰذا یہ ناجائز ہوگا۔[1]

حَبسِ[عہ] اوقات کا حیلہ بھی نہیں چل سکتا

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حافظ لوگ جو محراب سناتے ہیں اور ان کو دیا جاتا ہے اور علما، اس کو قرآن پڑھنے کی اجرت قرار دے کر ناجائز کہتے ہیں اگر اس کو حَبسِ[عہ] اوقات کی اجرت قرار دیا جائے تو کیا قباحت ہے۔؟

فرمایا کہ حبس اوقات کی اجرت کہاں ہے اگر حافظ جی مہینہ بھر تک ٹھہرے رہیں اور پڑھیں نہیں تو کون دے گا؟ اور حافظ جی دن بھر ٹہلا کریں اور رات کو سنا دیں تو مل جائے گا' یہ تو قرآن پڑھنے پر خالص اجرت ہے۔[2]

(عبادات میں) تعلیم تو شعائر میں سے ہے (اس لئے) اس خدمت کے لیے محبوس ہونا موجب جزاء ہے (یعنی اس میں حبس اوقات کی اجرت درست ہے) اور تراویح کا ختم اور ایصال ثواب شعائر میں سے نہیں اگرچہ طاعت و عبادت ہے (اس لیے اس کے لئے محبوس ہونا موجب جزا نہیں ہو سکتا) البتہ خود تراویح اور پانچوں وقت کی جماعت شعائر میں سے ہے اس کے لیے اگر مفت امام نہ ملے تو اجرت ٹھہرانا درست ہے[3]

---

[1] امداد الفتاویٰ ص ۴۸۵ ج ۱۔ [2] ملفوظات اشرفیہ ص ۱۲۳ حسن العزیز ص ۱۵۷ ج ۳۔
[3] احکام العشر الاخیرہ ص ۲۶۶۔ [عہ] یعنی اپنے وقت کو کسی کام میں گھیر دینا۔

یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ اگر روپیہ نہ دیں تو تراویح کا سلسلہ ختم ہو جائے گا

بعض لوگ تاویل کرتے ہیں کہ اگر روپیہ نہ دیں گے تو تراویح کا ترک لازم آئے گا۔ یہ قیاس صحیح نہیں۔ تراویح ترک نہ ہوں گی بلکہ ختم قرآن چھوٹ جائے گا اور وہ ضروری نہیں۔ اگر تراویح میں قرآن نہ سنائیں تو کسی ضروری امر میں خلل نہیں پڑتا البتہ تعلیم قرآن کا باقی رکھنا ضروری ہے اس لیے اس پر فقہاء نے جواز کا فتویٰ دیا ہے اگر اس پر لینا جائز نہ ہو تو تعلیم قرآن کم ہو جائے۔[1]

یہ کہنا بھی بے سود ہے کہ ہم اللہ کے واسطے سنائیں گے تم اللہ کے واسطے دینا

بعض لوگ یہ تاویل کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے واسطے پڑھیں گے تم اللہ کے واسطے دینا۔

صاحبو! یہ خالی الفاظ ہی الفاظ ہیں مطلب صاف یہی ہوتا ہے کہ پڑھنے کی وجہ سے لیتے ہیں۔ یہ نیت نہیں ہوتی کہ اللہ کے لئے دونوں کام

---

[1] التہذیب ص ۲۱۶۔

ہوں گے بلکہ یہ محض اصطلاحی الفاظ ہو گئے ہیں۔ یہ الفاظ بول کر ان کے معنی موضوع لہٗ (یعنی ان کے اصلی معنی) مراد نہیں لیتے۔ اور اس کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کہنے کے بعد حافظ جی کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ کچھ نہ دیں گے تو اسی وقت بھاگ جائیں گے یا اگر ختم پر کچھ نہ دیں تو پھر دیکھئے کیا مزہ آتا ہے خوب لڑائی ہوگی۔ یا حافظ جی اگر مہذب سنجیدہ ہوئے تو لڑائی تو نہ ہوگی، لیکن دل میں یہ ضرور سمجھیں گے کہ ان لوگوں نے حق تلفی کی [1]

حُفّاظ سے خطاب

اے حُفّاظ! آپ اپنی قدر کیجئے اور دس دس پندرہ پندرہ روپیہ پہ رال نہ ٹپکائیں۔ بڑا افسوس ہے کہ قرآن کو بیچا بھی تو کتنے میں؛ دس روپیہ میں!

اے حفاظ! تم تو اللہ کے واسطے پڑھو اور اپنے ثواب کو برباد نہ کرو۔ قرآن پڑھ کر کچھ لینا ناجائز ہونے کے علاوہ بہت ہی کم ہمتی (اور ذلت) کی بات ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ قرآن پڑھنے پر لینے سے حرص پیدا ہو جاتی ہے اگر جائز بھی ہوتا تو اس مرض (یعنی ذلت اور حرص) سے بچنے کے لئے بھی اس سے پرہیز ہی بہتر تھا [2]

ایک حافظ قاری کی عبرت آمیز حکایت

لکھنؤ میں ایک بزرگ کہیں سفر میں تھے، چوروں نے ان کو لوٹ لیا سارا سامان چلا گیا صرف ایک لنگی ان کے بدن پر رہ گئی کسی مسجد میں آئے اور

---

[1] التہذیب ملحقہ حقوق و فرائض صفحہ ۲۱۶۔ [2] التہذیب صفحہ ۲۱۴ ۲۱۵۔

قرآن شریف بہت اچھا اور عجیب انداز سے پڑھتے تھے۔ ایک رئیس (سیٹھ صاحب) کو خبر ہوئی کہ ایک صاحب آئے ہیں اور قرآن بہت اچھا پڑھتے ہیں اور اس حالت میں ہیں انکو رحم آیا، کپڑے جوڑے اور نقد روپیہ اور کھانا ساتھ لائے اور ان سب کو ایک طرف رکھ دیا۔ لیکن تھے بے عقل، تمیز نہ تھی، بزرگوں کے صحبت یافتہ نہ تھے آکر بیٹھے اور کہا کہ حضرت میری درخواست ہے کہ مجھے قرآن سنایئے، انھوں نے قرآن شریف سنایا، اس نے قرآن سن کر وہ سامان پیش کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ بے شک مجھ کو ضرورت ہے میں ایسے حال میں ضرور لے لیتا لیکن اس وقت تو مجھ کو یہ آیت وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیَاتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا۔ (اور نہ خرید و میری آیات کے بدلہ میں تھوڑا سا عوض) اس کی اجازت نہیں دیتی، اگر آپ پہلے دیتے تو میں لے لیتا، اب تو ہرگز نہ لوں گا سبحان اللہ کیسے مخلص تھے [1]

جو مقدر کا ہوتا ہے مل کر رہتا ہے

جو قسمت کا ہوتا ہے وہ ضرور مل کر رہتا ہے۔ اگر خوشی سے نہ لو زبردستی ملتا ہے۔ رزق تقسیم شدہ ہے اس کا وقت مقرر ہو چکا ہے، نہ وقت سے پہلے مل سکتا ہے نہ کوشش سے زیادہ مل سکتا ہے (ملتا اتنا ہے جتنا مقدر کا ہوتا ہے۔ حلال کر کے لو یا حرام کر کے۔ عزت سے لو یا ذلت سے یہ تمہارے اختیار کی بات ہے) رزق کی طلب میں گناہوں میں منہمک ہو جانا (کہ حلال و حرام کی بھی تمیز نہ رہے) یہ ایمان کی کمزوری ہے، کیوں کہ اول تو اس سے

---

[1] التہذیب صفحہ ۲۱۴۔

زیادہ ملتا نہیں اور دوسرے جتنا ملتا ہے وہ سب کام بھی تو نہیں آتا ممکن ہے کہ تم کو کوئی بیماری لگ جائے جس میں سب چیزوں کا پرہیز بتلا دیا جائے تو اس صورت میں مال تمہارے کس کام آئے گا۔ (علاج میں الگ پیسہ خرچ ہوگا)

حق تعالےٰ فرماتے ہیں کہ جو اللہ تعالےٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالےٰ اس کے لیے راستہ نکال دیتے ہیں جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اس کو کافی ہوتا ہے (وہ غیب سے امداد فرماتا ہے)[1]

حافظوں کی خدمت ضرور کرو لیکن جائز طریقہ سے

حافظوں کی خدمت کرنے کا صحیح اور آسان طریقہ

اگر کوئی شخص خالی الذہن ہو (یعنی اس کے ذہن میں یہ بات نہ ہو کہ میں تراویح سنا کر پیسے لوں گا) اور اس جگہ دینے کا رواج بھی نہ ہو تو جو کچھ ہدیہ قبول کیا جائے اس میں کچھ حرج نہیں بلکہ ان کو (یعنی حافظِ قرآن اور تراویح سنانے والوں کو) ان کی ضرورت کے موافق بطور ہدیہ کے کچھ دے دیا کرو۔ اور چونکہ اس طرح سے دینے کی عموماً عادت نہیں ہے اسی وجہ سے ان کی نیتوں میں فساد پیدا ہوگیا، اگر بغیر سوال کے اور بغیر حیلہ کے ان کو دے دیا جایا کرے تو یہ نوبت کاہے کو آئے ــــــــ اگر ہم لوگ یہ بات طے کرلیں (اور اس کی عادت ڈال لیں کہ) گیارہ مہینہ میں اپنے کپڑوں کے ساتھ ایک جوڑا ان کو بھی بنا دیں اور جہاں آپ کھاتے ہیں کبھی کبھی ان کی بھی دعوت

---

[1] شعبان ملحقہ حقیقت عبادت ص۴۹۔ روح الافطار ص۱۸۔

کر دیا کریں اور اپنے خرچ کے روپیوں کے ساتھ ان کے لیے بھی کچھ نکال دیا کریں۔ غرض رمضان کے علاوہ دوسرے دنوں میں ان کی برابر خبرگیری کرتے رہا کریں۔ پھر رمضان شریف میں ان سے درخواست کی جائے کہ قرآن شریف سنا دیجئے، تو کیا نہیں سنائیں گے ؟ ضرور اور بخوشی سنائیں گے۔ اس صورت میں استیجار علی العبادۃ (یعنی عبادت پر اجرت لینے) کی کوئی قباحت نہیں لازم آئے گی۔ الغرض اجرت دے کر حافظ سے قرآن شریف پڑھوانا جائز نہیں[1]

---

[1] تطہیر رمضان ص۳۱ ملحقہ برکات رمضان۔

باب ۵

تراویح میں، ہر چار رکعت کے جلسہ میں کیا پڑھنا چاہیے

تراویح میں ہر چار رکعات کے بعد کچھ دیر بیٹھتے ہیں جس کو ترویحہ کہتے ہیں، اس کے متعلق ایک صاحب نے حضرت والا سے دریافت کیا، کہ آپ ترویحہ میں کیا پڑھتے ہیں ؛ فرمایا، شرعًا کوئی ذکر متعین تو ہے نہیں باقی میں ۲۵ مرتبہ درود شریف پڑھ لیتا ہوں، مجھے یہی اچھا معلوم ہوتا ہے اور ۲۵ کی تعداد اس لئے مقرر کر لی کہ اتنی دیر میں کسی کو پانی پینے اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو فارغ ہو سکتا ہے[1]

سوال:۔ معمولات اشرفی میں جو ہے کہ بین الترویحات (یعنی ہر چار رکعت پر) اذکار مسنونہ ادا فرماتے ہیں تو وہ اذکار مسنونہ کیا ہیں۔

الجواب:۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ خاص ترویحات میں اذکار مسنونہ وارد ہوئے ہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ خاص ترویحات میں خاص اذکار منقول نہیں، اور جو مروّج ہیں وہ سنت میں وارد نہیں، اس لیے ان مروجہ اذکار کی پابندی نہیں کی جاتی بلکہ جن اذکار کی بلاتخصیص وتقیید سنت میں فضیلت وارد ہے انکو ادا کیا جاتا ہے۔[2]

ہر سورت میں بسم اللہ پڑھنے کا حکم

امام ابو حنیفہ رحؒ ہر سورۃ پر بسم اللہ پڑھنے کو ضروری نہیں کہتے، یہ نہیں

---

[1] حسن العزیز ص ۵۳ ۵۴۴ سوم۔ [2] الرقیم الجلیل، اصلاحی مکتوبات ص ۱۱ مطبوعہ پاکستان۔

کہ جائز نہیں کہتے۔ درمختار یا ردمحتار میں ہر سورۃ پر بسم اللہ پڑھنے کو حسن کہا ہے (یعنی پڑھنا بہتر ہے پڑھنا چاہیئے) اب رہا ہر جگہ پکار کر (یعنی زور سے) پڑھنا یہ بلاشبہ (مسلک) احناف کے خلاف ہے اور امام عاصمؒ بھی جہر کو ضروری نہیں کہتے، صرف بسم اللہ پڑھنے کو ضروری کہتے ہیں[1]

کتب مذہب میں تصریح ہے کہ بسم اللہ مطلق قرآن کا جزء ہے کسی خاص سورۃ یا ہر سورۃ کا جزء نہیں۔ پس اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ایک جگہ ضرور جہر ہو۔ ورنہ سامعین کا قرآن پورا نہ ہوگا گو قاری کا تو اخفاء (یعنی آہستہ پڑھنے) میں ہو جائے گا کیوں کہ بعض اجزاء کا جہر اور بعض کا اخفاء جائز ہے۔ فن قرات سے تو اس مسئلہ کا صرف اس قدر تعلق ہے آگے فقہ سے تعلق ہے اور اس میں بسم اللہ کا اخفاء ہے (یعنی — آہستہ پڑھنے کا حکم ہے)[2]

تراویح میں کسی ایک سورۃ کے شروع میں

بسم اللہ زور سے پڑھنا چاہئے

مسئلہ:۔ تراویح میں کسی سورۃ کے شروع میں ایک مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم بلند آواز سے پڑھنا چاہیئے اس لیے کہ بسم اللہ بھی قرآن مجید کی ایک آیت ہے اگرچہ کسی سورت کا جزء نہیں۔ بس اگر بسم اللہ بالکل نہ پڑھی جائے گی تو قرآن مجید کے پورا ہونے میں — ایک آیت کی کمی رہ جائے گی اور اگر آہستہ آواز سے پڑھی جائے گی تو (امام کا تو قرآن مجید پورا ہو جائے گا) مقتدیوں کا قرآن مجید پورا نہ ہوگا۔ (بہشتی گوہر ص ۳۶ ۱۱)

---

[1] امداد الفتاوی ص ۲۸۲ ج ۳۴۶ قبیل باب الامامت [2] امداد الفتاوی ص ۴۹۵ ج ۱ سوال ۲۲۳۔

ہر سورۃ میں بسم اللہ زور سے پڑھنے کا حکم

بعض مقامات میں ہر سورۃ کے شروع میں بسم اللہ جہر سے پڑھتے ہیں، اور اس سلسلہ میں انھوں نے رسالے بھی لکھے ہیں۔ ان کے مضمون کا حاصل یہ ہے کہ قرّاء سبعہ میں دو جماعتیں ہیں۔ ایک وہ ہے جو دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ سے فصل کرتے ہیں یعنی ایک سورۃ کے ختم ہونے اور دوسری سورۃ کے شروع ہونے کے درمیان بسم اللہ پڑھتے ہیں۔

اور دوسرے وہ ہیں جو فصل نہیں کرتے یعنی بسم اللہ پڑھتے ہی نہیں بلکہ سورتوں کو ملاتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ اور امام عاصمؒ جن کی قراءت ہندوستان میں ہے، بسم اللہ پڑھنے والوں میں سے ہیں اس لیے اگر کسی نے بسم اللہ نہ پڑھی تو اس نے امام عاصمؒ کی روایت پر پورا قرآن نہیں پڑھا۔ پس جس طرح قرآن جہر سے پڑھا جاتا ہے اسی طرح بسم اللہ بھی جہر سے پڑھنا چاہیئے (یہ حاصل ہے ان حضرات کے استدلال کا) مگر اس استدلال میں کلام ہے وہ یہ کہ اس سے اتنی بات تو ثابت ہوئی کہ امام عاصم کی رعایت کے موافق بسم اللہ پڑھنی چاہیئے۔

اب رہی یہ بات کہ جہر کے ساتھ پڑھنا چاہیئے یا نہیں تو یہ مسئلہ قراءت کا نہیں فقہ کا ہے اور فقہ میں یہ ہے کہ بسم اللہ آہستہ پڑھنا چاہیئے پس اس مسئلہ کا تعلق دو فن سے ہے۔ ایک قراءہ دوسرے فقہ۔ بسم اللہ آہستہ پڑھنے میں دونوں پر عمل ہو جاتا ہے اور جہر پڑھنے سے حنفیت چھوٹتی ہے۔ امام عاصمؒ قراءت میں امام ابو حنیفہ کے استاذ ہیں اور فقہ میں امام صاحب کے شاگرد ہیں۔ (حسن العزیز ص ۹۶/۳)

بسم اللہ جہر کے ساتھ کس سورۃ میں پڑھنا چاہیئے

کلام اللہ میں ایک دفعہ بسم اللہ بالجہر (یعنی زور سے) پڑھنی چاہیئے کیونکہ حنفیہ کے نزدیک بسم اللہ بھی قرآن پاک کی ایک آیت ہے۔

میرا اور میرے استاذ کا معمول ہے کہ سورہ "اقرا،" پر پڑھتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ سب سے پہلے یہ سورۃ نازل ہوئی۔ دوسرے اس کا شروع مضمون بھی بسم اللہ پڑھنے کے مناسب ہے کیوں کہ فرماتے ہیں اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ جس میں بسم اللہ پڑھنے کا اشارہ نکلتا ہے اور بعض علماء نے اختلاف کی رعایت کی وجہ سے کہا ہے کہ تراویح کے شروع میں الحمد پر پڑھ لے۔ مناسب یہ ہے کہ مختلف طور سے پڑھ دیا کرے کبھی کسی سورۃ کے شروع میں اور کبھی کسی میں۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ ہی میں بسم اللہ پڑھنا متعین نہیں۔ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ کا تین مرتبہ پڑھنا کسی دلیل سے ثابت نہیں اور (ختم کے بعد دوسری رکعت میں) مُفْلِحُوْنَ تک پڑھنے میں سب کا اتفاق ہے[1]

کسی مقتدی کی رعایت میں دوبارہ قرآن شریف پڑھنا ممنوع ہے

سوال ۴۱۵: کسی خاص شخص کی رعایت میں دوبارہ قرآن شریف پڑھنا مثلاً ایک شخص کا ناغہ ہو گیا اور قرآن پاک سننے سے رہ گیا تو دوسرے روز پھر اسی کو پڑھنا جو کل پڑھا جا چکا ہے، یہ درست ہے یا نہیں۔ اسس

---

[1] ملفوظات اشرفیہ ص ۱۳۱، حسن العزیز ص ۹۵ سوم۔

میں مقتدیوں کو بار اور تکلیف اور وقت کی تنگی ہوتی ہے، امام صاحب اکثر ایسا کرتے ہیں، شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب:۔ نماز تو ایسے امام کے پیچھے جائز ہے مگر خود یہ فعل کہ ایک شخص کی رعایت کرے اور دوسروں کو گرانی ہو، مکروہ تحریمی ہے البتہ اگر یہ شخص فسادی ہے کہ اس سے ضرر کا اندیشہ ہے تو مکروہ بھی نہیں۔ (شامی ص ۵۱۶/۱)[1]

دو رکعت میں بیٹھنا بھول گیا اور چار پوری کرلیں تو کتنی رکعتیں ہوں گی اور کتنے قرآن کا اعادہ ضروری ہوگا

۴۲۷
سوال:۔ تراویح میں اگر دو رکعت کی جگہ امام چار پڑھ جائے اور درمیان میں قعدہ نہ کرے اور آخر میں سجدہ سہو کرلے تو تراویح کی نماز ہوگی یا نہیں؟ اور اگر ہوں گی تو دو ہوں گی یا چار۔ اور اگر دو ہوں گی تو اول کی دو یا آخر کی۔ اور کون سی رکعت کے قرآن شریف کے دوبارہ پڑھنے کی ضرورت ہوگی۔؟

الجواب:۔ (۱) اگر تراویح میں دوسری رکعت پر قعدہ بھول کر کھڑا ہو جائے تو جب تک تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو، بیٹھ جائے اور باقاعدہ سجدہ سہو کرکے نماز پوری کرلے۔

(۲) اور اگر تیسری رکعت کا سجدہ کرلیا ہو تو چوتھی رکعت ملا کے سجدہ سہو کرکے سلام پھیرے لیکن یہ چار رکعت صرف دو رکعت شمار ہوں گی۔

---

[1] امداد الفتاوی ص ۴۳/۲۔

یعنی دونوں شفعہ مل کر ایک شفعہ سمجھا جائے گا۔ اور جب مجموعہ شفعہ معتبر نہ ہوگا تو ایک شفعہ اور پڑھا جائے گا (یعنی دو رکعت اور پڑھی جائیں گی) اب رہی یہ بات کہ کون سے شفعہ کا پڑھا ہوا قرآن شریف معتبر ہوگا اور کون سا قابل اعادہ؟ تو یہ اس پر موقوف ہے کہ پہلے یہ متعین کیا جائے کہ کون سا شفعہ تراویح ہے کہ اس میں پڑھا ہوا قرآن معتبر ہو۔ اور کون سا نفل کہ اس میں پڑھا ہوا قابل اعادہ ہو۔ سو اس میں مجھے تردد ہے میرے خیال میں اگر صرف اعادہ قرآن کے حق میں سہولت کے لیے دوسرے قول پر عمل کرلے (یعنی اس قول پر) جو دونوں شفعہ کو معتبر کہتے ہیں تو گنجائش ہے۔ بس شفعہ تو ایک اور پڑھ لے (یعنی دو رکعت تو اور پڑھ لے) اور قرآن شریف جو پڑھا جا چکا اس کا اعادہ نہ کرے[1]

(۳) اور اگر دوسری رکعت پر بقدر تشہد قعدہ کرکے کھڑا ہوا ہے اور چار رکعت پڑھ کر سلام پھیرا ہے تو چاروں رکعتیں صحیح ہوں گی اور سب تراویح میں شمار ہوں گی۔ اور سجدہ سہو کی حاجت نہ ہوگی۔

(۴) اور اگر تین رکعت پر قعدہ کرکے سلام پھیر دیا تو پہلا شفعہ صحیح ہوگیا اور تیسری رکعت بے کار گئی۔ اس تیسری رکعت میں جو قرآن شریف پڑھا گیا اس کا اعادہ کرنا (یعنی دوبارہ پڑھنا یقیناً) ضروری ہوگا[2]

---

[1] امداد الفتاوی ص ۴۹۸/۱ ۔ [2] حاشیہ امداد الفتاوی ص ۴۹۸/۱۔

اہم مسئلہ رکوع میں سجدہ تلاوت کی ادائیگی

مسئلہ :- سجدہ کی آیت پڑھ کر اگر فوراً رکوع میں چلا جائے اور رکوع میں یہ نیت کر لے کہ میں سجدہ تلاوت کی طرف سے بھی یہ رکوع کرتا ہوں تب بھی وہ سجدہ تلاوت ادا ہو جائے گا۔ اور اگر رکوع میں یہ نیت نہیں کی تو رکوع کے بعد جب سجدہ کیا جائے گا تو اسی سجدہ سے سجدہ تلاوت بھی ادا ہو جائے گا چاہے کچھ نیت کرے چاہے نہ کرے (بشرطیکہ سجدہ کی آیت پڑھنے کے بعد فوراً رکوع کیا ہو) [1]

حضرت تھانوی رح کے یہاں تراویح میں جب مجمع بہت زیادہ ہوتا تو اس قدر کثیر مجمع میں سجدہ تلاوت کرنے میں دقت تھی اور بہتوں کی نماز جاتے رہنے کا اندیشہ تھا (کہ کوئی سجدہ میں جائے اور کوئی رکوع میں) اس لیے اس روایت پر کبھی عمل کیا جاتا کہ آیت سجدہ کے بعد اگر فوراً رکوع کیا جائے تو سجدہ تلاوت بھی ادا ہو جاتا ہے [2]

مسئلہ :- اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھی اور نماز میں (کسی طریقہ سے بھی) سجدہ نہ کیا تو اب نماز کے بعد سجدہ کرنے سے ادا نہ ہوگا ہمیشہ کے لیے گناہ ہوگا۔ اب سوائے توبہ واستغفار کے اور کوئی صورت معافی کی نہیں [3]

---

[1] بہشتی زیور ص ۴۳/۲ [2] معمولات اشرفی ص ۴۵۔ [3] بہشتی زیور ص ۴۳/۲۔

باب ۶

ستائیسویں شب کو کلام مجید پورا کرنا کیسا ہے

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ ستائیسویں شب کو کلام اللہ ختم کرنے کی عادت کیسی ہے ؟ کیا بدعت ہے ؟ فرمایا التزام نہ کرے (یعنی اس کو ضروری نہ سمجھے) ہاں متبرک رات ہے اور ہر رکعت میں ایک رکوع کے حساب سے ستائیسویں شب کو ختم ہوتا ہے۔

ایک صاحب نے پوچھا کہ اس صورت میں ایک رکعت میں چھوٹا رکوع اور ایک میں بڑا ہونا لازم آتا ہے فرمایا نوافل میں یہ جائز ہے، اور معلوم نہیں یہ رکوع کس نے مقرر کئے ہیں عرب میں پتہ بھی نہیں [1]

قل ہو اللہ تین مرتبہ پڑھنے کا حکم

ایک صاحب نے سوال کیا کہ عام رواج اس وقت یہ ہے کہ ختم قرآن کے موقع پر سورۃ اخلاص تین مرتبہ پڑھتے ہیں اور بنیاد اس کی یہ سمجھتے ہیں کہ تین بار سورۃ اخلاص پڑھنے سے پورے قرآن کریم کا ثواب ملتا ہے اس

---

[1] حسن العزیز ص ۹/۲ ـ

لیے تین دفعہ اس کو پڑھنے سے ایک قرآن کا ثواب اور ملے گا۔

اس کے متعلق فرمایا، تراویح میں تین مرتبہ پڑھنے کی رسم بعض علماء کے نزدیک تو مکروہ ہے اور بعض علماء کے نزدیک جواز بلا کراہت ہے مگر اوّلیت (یعنی افضلیت) کسی کے نزدیک بھی نہیں۔ اس لئے مستحب اور اولیٰ سمجھنا تو سخت غلطی ہے۔

اور تراویح میں تین مرتبہ قل ہُوَ اللہ پڑھنے کی محض رسم ہی رسم ہے اور یہ بات جو کہی جاتی ہے کہ تین بار سورۂ اخلاص پڑھنے سے پورے قرآن کا ثواب ملتا ہے، یہ بھی ٹھیک نہیں۔ اس لیے کہ حدیث کے الفاظ سے تو صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ اخلاص ثلث قرآن ہے، نہ یہ کہ تین بار پڑھنے سے پورے قرآن کا ثواب ملے گا۔

اور راز اس کا یہ ہوسکتا ہے کہ سارے قرآن مجید میں امہات مسائل (یعنی اہم مضامین صرف) تین ہیں۔ توحید، رسالت، معاد (یعنی قیامت و آخرت) پورا قرآن ان ہی تین اجزاء اور مضامین کی شرح ہے تو سورۃ اخلاص میں توحید کامل درجہ کی ہے، اس لیے ایک جزء توحید ہونے کی وجہ سے یہ سورۃ اس ثلث کے برابر ہوئی جو توحید پر مشتمل ہے۔

اور اگر ثواب کو تسلیم کیا جائے تو شاہ محمد اسحاق صاحبؒ نے اسکا جواب ارشاد فرمایا کہ حدیث سے اتنا معلوم ہوا کہ سورۂ اخلاص پڑھنے سے ثلث قرآن کا ثواب ملے گا، تو تین دفعہ پڑھنے سے تین ثلث قرآن کا ثواب ملے گا، اور تین ثلث سے پورا قرآن ہونا لازم نہیں آتا۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کسی نے دس پارہ تین دفعہ پڑھے، ظاہر ہے کہ اس طرح پڑھنے کو پورا قرآن نہیں کہتے۔

(حسن العزیز ص۵۲۹)

محقق راجح قول

تراویح میں قل ھو اللہ احد کا تین مرتبہ پڑھنا کسی دلیل سے ثابت نہیں۔ (ملفوظات اشرفیہ ص۱۳۱)

صحیح یہی ہے کہ تراویح میں قُل ہُوَ اللہ کا تین مرتبہ پڑھنا جیسا کہ آج کل دستور ہے۔ مکروہ ہے۔ عوام نے اس کو لوازم ختم سے سمجھ لیا ہے جیسا کہ ان کے طرز عمل سے ظاہر ہے۔[ل]

دلیل کی قوت کی وجہ سے بھی ترجیح کراہت کی معلوم ہوتی ہے۔

چنانچہ عالمگیری وغیرہ میں ہے ویکرہ تکرار السورۃ فی رکعۃ واحدۃ فی الفرائض (یعنی فرض میں ایک رکعت میں تکرار سورۃ مکروہ ہے[ع])

اسی طرح علامہ شامی رحمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ دو رکعت میں ایک سورۃ کا تکرار مکروہ ہے۔ تو جب ایک سورۃ کا دو رکعت میں اعادہ کرنا مکروہ ہے تو ایک رکعت میں بدرجہ اولیٰ مکروہ ہوگا۔

علاوہ ازیں یہ اصرار و التزام جو لوگوں نے اختیار کرلیا ہے یہ بھی کراہت کی مستقل دلیل ہے۔ پہلی دلیل کا مقتضیٰ تو کراہت تنزیہی ہے اور دلیل ثانی کا مقتضیٰ (یعنی اس کو ضروری سمجھنا اور اس پر اصرار کرنا) کراہت تحریمی ہے، اس

[ع] نوافل میں یہ کراہت نہیں اور اس سے مراد وہ نوافل ہیں جو تنہا پڑھی جائیں۔ چنانچہ الذی یصلی وحدہ سے مقید کیا ہے اور تراویح جو فرائض کی طرح جماعت سے پڑھی جاتی ہیں، فرائض کے حکم میں ہیں۔ لہذا فرائض کی طرح تراویح میں سورت کا تکرار مکروہ ہوگا۔

[ل] بہشتی زیور ص۳۶/۱۱۔ امداد الفتاوی ص۱۲۰/۱۔

لیے یہ رسم قابل ترک ہے[1]

ختم کے روز اجوائن وغیرہ پر دم کرانا قرآن کی بڑی بے ادبی ھے

ختم کے روز ایک خرابی اور ہوتی ہے ــــ وہ یہ کہ اس روز حافظ جی کا مصلیٰ کیا ہوتا ہے پنساری کی دوکان ہوتی ہے، کہیں اجوائن کی پڑیاں رکھی ہیں کہیں سیاہ مرچیں (کہیں سرمہ، شکر، تیل، غرض طرح طرح کے سامان رکھے ہوتے ہیں) کوئی ان صاحبوں سے پوچھے کیا حافظ صاحب نے قرآن تمہاری اجوائن ہی کے لیے پڑھا تھا؟ یاد رکھو، اجوائن پر دم کرانا یہ (عبادت نہیں ہے بلکہ) دنیا کا کام ہے، دین کے کام کی غایت (مقصد) دنیا کو بنانا بہت نازیبا ہے۔ اور تعویذ و نقش لکھنا اس کے حکم میں نہیں ہے کیوں کہ (وہ عبادت نہیں ہے بلکہ) خود دنیا ہی کا کام ہے۔ تو اس کی غایت (اور مقصود) دنیا ہونے میں کوئی ــــ مضائقہ نہیں۔ وہ تو ایسا ہے جیسے حکیم جی کا نسخہ لکھنا عبادت نہیں۔ اس پر اگر اجرت بھی لے لے تو کچھ حرج نہیں، اور قرارت قرآن عبادت ہے اس کی غایت اور ثمرہ آخرت میں ملے گا۔

اس کی صریح دلیل یہ ہے کہ حدیث شریف میں ہے:

اِقْرَاؤُا الْقُرْآنَ وَلَا تَاْکُلُوْا بِہٖ۔

یعنی قرآن پڑھو اور اس کے عوض میں کھاؤ نہیں۔ ایک حدیث تو یہ ہے اور ایک دوسری حدیث شریف میں ایک اور قصہ آیا ہے وہ یہ کہ چند صحابہ

---

[1] امدادالفتاویٰ ملخصاً سوال ۴۲۰ ۴۲۱ ص ۴۹۳۔

رضی اللہ عنہم سفر میں تھے، ایک گاؤں میں گذر ہوا، ان گاؤں والوں نے ان کو کھانا تک نہ کھلایا، وہاں اتفاق سے ایک شخص کو سانپ نے کاٹ لیا، ایک شخص ان کے پاس آیا اور پوچھا کہ اَفِیْکُمْ رَاقٍ یعنی کیا تم لوگوں میں کوئی منتر پڑھنے والا ہے؟ ایک صحابی تشریف لے گئے اور یہ کہا کہ ہم اس وقت دم کریں گے جب کہ ہم کو سو بکریاں دو، انھوں نے وعدہ کر لیا۔ انھوں نے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کر دیا سبحان اللہ! ان حضرات کی کیا پاکیزہ زبان تھی فوراً شفاء ہو گئی۔ ایسا ہو گیا جیسے رسی میں سے کھول دیتے ہیں، اس نے وعدہ کے مطابق سو بکریاں دیں۔ وہ لے کر اپنے ساتھیوں میں آئے۔ بعض ساتھیوں نے کہا اس کا لینا حرام ہے بعض نے کہا حلال ہے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں حاضر ہوئے تو اس کا استفتاء کیا گیا، فرمایا: اِنَّ اَحَقَّ مَا اَخَذْتُمْ عَلَیْہِ کِتَابُ اللّٰہِ یعنی جس شئی پر تم اجرت لیتے ہو اس میں سب سے احق کتاب اللہ ہے اور بلا اندیشہ کھاؤ بلکہ میرا بھی حصہ لگاؤ۔

اب بظاہر اس حدیث میں اور پہلی حدیث میں تعارض معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں کوئی تعارض نہیں۔ اس قصہ میں تو قرآن پاک کو جھاڑ پھونک کے طور پر پڑھا گیا ہے اور اس طور پر پڑھنا عبادت نہیں ہے۔ اس لیے اس پر معاوضہ لینا جائز ہے۔ اور اِقْرَاؤُا الْقُرْآنَ وَلَا تَاْکُلُوْا بِہٖ (یعنی قرآن پڑھو اور اس کے عوض میں کھاؤ نہیں) اس میں قرارت قرآن سے مراد وہ قرارت ہے جو بطور عبادت کے ہو، اس لیے اس پر معاوضہ لینا حرام اور دین کو دنیا سے بدلنا ہے۔

اسی طرح اجوائن پر قرآن کو دم کرانا یہ دین کی غایت (مقصد) کو دنیا بنانا ہے اور بہت بے ادبی ہے اور قرآن کو اس کے مرتبہ سے گھٹانا ہے، میں یہ تو

نہیں کہتا کہ ناجائز ہے لیکن پیٹ بھر کر بے ادبی ہے۔

اگر کوئی کہے کہ صاحب یہ تو نیا مسئلہ ہے تو صاحبو! یہ نیا نہیں، یہ پرانی بات ہے۔ اگر نئی ہے تو بتلاؤ یا کسی تاریخ میں دکھلاؤ، کہ صحابہ نے قرآن کو عبادت کے طور پر ختم کر کے اجوائن پر (یا کسی چیز پر) دم کیا ہو[1]

رمضان میں اور ختم قرآن کے روز مسجد کی سجاوٹ

رمضان میں بعض لوگ مسجد کو تماشا گاہ بنا دیتے ہیں جس کی کراہت ——

حدیث شریف میں ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَتُزَخْرِفُنَّ الْمَسَاجِدَ كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى۔ (البتہ تم مسجدوں کو اس طرح مزین اور آراستہ کرو گے جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے کیا تھا)۔

آج کل عام طور پر مسجدوں کو آراستہ کیا جاتا ہے (خصوصًا ختم قرآن کے روز یا بارہ ربیع الاول کے موقع پر) مجالس اسلامیہ کو آرائش و زیبائش سے تھیٹر بنا دیا جاتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں ہم کو ان سے پیچھے نہیں رہنا چاہیئے۔

حضرات! آپ تو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پیروی کیجیئے اور کفار کا یہ نفسانی مقابلہ چھوڑ دیجئے۔ یہود اپنی زینتیں دکھلائیں، نصاری اپنی زینتیں دکھلائیں اور ایک مسلمان پھٹا ہوا کرتا پہن کر نکلے گا تو خدا کی قسم سب کی رونقوں کو مات کر دے گا، خدا نے آپ کو وہ حسن دیا ہے کہ آپ کو زینت کی حاجت ہی نہیں۔ اسلامی مجالس کے لیئے

---

[1] التہذیب ملحقہ حقوق و فرائض ص۲۱۸ تا ص۲۲۰۔

یہ حسن اور شرف کیا کم ہے کہ وہ حقیقی اسلام کی طرف منسوب ہے۔ اسلامی مجلس ایسی ہونا چاہیئے کہ دور سے دیکھ کر خبر ہو جائے کہ یہ اسلامی مجلس ہے یہ کسی ناچ و رنگ کی محفل یا تھیٹر یا سرکس کا اسٹیج نہیں ہے، اسلامی مجلس باہر سے بالکل سادہ ہو اندر پہونچو، تو صحابہ کا رنگ جھلکتا ہو، یہ نہ ہو کہ بازاری عورتوں کی طرح گلے میں پھولوں کے ہار پڑے ہوں، لباس نہایت پُرتکلف اور ایک ایک چیز اور ہر ہر ادا سے رؤساء کا سا تکبر نمایاں ہو، اور حقیقت کا پتہ نہیں۔

صحابہ کے طرز کو دیکھئے مدینہ کی سادی مسجد میں ٹوٹے ہوئے بوریوں پر بیٹھے ہیں اور حوصلہ اس قدر بلند ہے کہ سلطنت روم و فارس (جو دنیا کی عظیم الشان سلطنتیں تھیں ان) کا فیصلہ کر رہے ہیں اور سب خوف زدہ ہیں کہ دیکھئے یہ بوریہ نشیں ہماری قسمت کا کیا فیصلہ کرتے ہیں۔ سارا جہاں لرزاں ہے کہ یہ پھٹے کپڑے پہننے والے کیا کریں گے۔

حضرات! یہ نمونہ تھا کام کرنے والوں کا۔ یہ فیشن، یہ وضع اور یہ شان و شوکت ان حضرات میں کہاں تھی۔ اگر واقعی کام کرنا ہے تو کسی چیز میں شان و شوکت کا خیال مت کرو[1]

ختم کے روز مسجد کی سجاوٹ اور ضرورت سے زائد روشنی کرنے میں شرعی قباحتیں

رمضان میں مسجدوں میں روزانہ اور خصوصًا ختم کے روز کثرت سے روشنی کرنے اور سجاوٹ کا اہتمام کیا جاتا ہے اس میں بہت سے مکروہات ہیں۔

۱:- اِسراف (یعنی فضول خرچی) کہ اس قدر تیل اور بتی مفت ضائع

---

[1] اصلاح الیتامی ملحقہ حقوق و فرائض ص۲۶۱۔

ہوجاتا ہے اگر یہی رقم مسجد کے کسی ضروری کام میں مثلاً رسّی ڈول، فرش لوٹے (بجلی کے کرایہ) وغیرہ میں صرف کی جائے تو کس قدر مدد پہنچے، اور اِسراف (فضول خرچی) کا حرام ہونا قرآن پاک میں آیا ہے۔

۲:- اکثر روشنی کرنے والوں کی نیت وہی ناموری (شہرت دکھلاوے کی) ہوتی ہے کہ فلاں شخص نے ایسا اہتمام کیا۔

۳:- مسجد تماشا گاہ بنتی ہے، عبادت گاہ کو تماشا گاہ بنانا کس قدر تعجب کی بات ہے۔

۴:- نمازیوں کی توجہ اسی کی طرف ہوکر رہ جاتی ہے، نماز میں خیال بٹتا ہے، نماز میں خشوع وخضوع فرض ہے جو چیز خشوع میں خلل انداز ہوگی بے شک مذموم ہوگی۔ خصوصاً مہتمم (یعنی انتظام کرنے والے کی طبیعت تو بالکل اسی میں مشغول رہتی ہے کہ فلاں چراغ (بلب یا راڈ) بجھتا ہے یا بھڑکتا ہے، فلاں کو ابھارنا چاہئے، فلاں کو کم کرنا چاہئے نماز وماز خاک نہیں [1]

مسجد کی سجاوٹ اور چراغوں کی کثرت سے اسلام کی عزت نہیں

رمضان شریف میں ایک بدعت ختم کے روز چراغوں کی کثرت (اور مسجد کی سجاوٹ کی) ہے اور لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس میں تو اسلام کی شوکت ہے ہم کہتے ہیں کہ رمضان ہی میں شوکت اسلام کی ضرورت ہے یا باقی تمام

---

[1] اصلاح الرسوم ص۱۵۲۔

مہینوں میں بھی تو ہمیشہ بہت سے چراغ جلایا کیجئے یا یوں کہئے کہ اور دنوں میں اسلام کے چھپانے کا حکم ہے۔

خوب جان لیجئے اسلام کی شوکت اعمال صالحہ ہی میں ہے۔

آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قصہ سنا ہوگا کہ جس وقت ملک شام گئے ہیں اور نصاریٰ کے شہر کے پاس پہونچے تو کپڑوں میں پیوند لگے ہوئے تھے، اونٹ کی سواری تھی اس پر بھی خود سوار نہیں تھے غلام سوار تھا لوگوں نے عرض کیا کہ یہاں اظہار شوکت کا موقع ہے کم سے کم گھوڑے پر سوار ہوجایئے آپ نے بہت اصرار کے بعد منظور کر لیا جب سوار ہوئے تو گھوڑے نے کودنا اچھلنا شروع کیا آپ فوراً اترے کہ اس سے نفس میں عجب پیدا ہوتا ہے۔ اللہ اکبر!

کیا پاکیزہ نفس تھا اپنے قلب کا ہر وقت خیال رہتا تھا اور اظہار شوکت کے جواب میں فرمایا کہ نَحْنُ قَوْمٌ اَعَزَّنَا اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ ہم وہ قوم ہیں کہ اسلام ہی سے ہماری عزت ہے چراغوں سے کہیں شوکت ہوسکتی ہے؟ اسلام کی شوکت تو اسلام ہی سے ہے اسلام کو کامل کرو، میں کہتا ہوں کہ دلوں کو ٹٹول کر دیکھو کہ اگر اور کوئی شخص تمہارے علاوہ مسجدوں کی زینت کرے، تو تمہے ویسی خوشی ہوگی جیسی کہ اس بات سے ہوتی ہے کہ ہم نے اپنے خرچ یا اہتمام سے زینت کی ہے۔ غور کر کیجئے کہ اتنی نہ ہوگی بس معلوم ہوا کہ صرف اپنا نام جتانے کے لئے ہے ورنہ اظہار شوکت دونوں حالت میں برابر تھا [1]

---

[1] تطہیر رمضان ص۳۲۔

ختم کے روز مسجد کی سجاوٹ اور چراغوں کی کثرت

میں کہتا ہوں کہ (ختم کے روز مسجد کی سجاوٹ اور چراغوں کی کثرت میں) اسراف کا گناہ بھی ہے کیوں کہ اسراف (فضول خرچی) کہتے ہیں — صَرفُ الْمَالِ بِلَاغَرَضٍ مَحْمُوْدٍ۔ کہ مال کو محمود غرض کے علاوہ خرچ کرنا، اور غرض کئی طرح کی ہوتی ہے۔

۱:۔ اول غرض تو رفع ضرورت ہے یعنی ہر چیز کو اس مقدار پر اختیار کرنا کہ اس سے کم میں نہ ہو سکے مثلاً لباس ہے کہ اس کا اول درجہ اس کی غرض کا ضرورت کو پورا کرنا ہے یعنی ستر چھپانا اور یہ غرض ٹاٹ سے بھی حاصل ہو سکتی ہے۔

۲:۔ دوسری غرض آسائش ہے یہ لباس میں ٹاٹ سے حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ سردی کے موسم میں تھوڑی روئی کے لحاف سے حاصل نہیں ہوتی جب تک کافی روئی نہ ہو، شریعت میں اس کی بھی اجازت دی گئی ہے۔

۳:۔ تیسری غرض آرائش ہے اور یہ بھی شریعت میں جائز ہے۔ آرائش بھی جائز ہے وہ یہ کہ اپنے ہی نفس کو لذت و فرحت ہو اس میں بھی کچھ حرج نہیں۔ مال خرچ کرنے کی یہ محمود غرض ہے۔

اور ایک غرض مذموم (یعنی بری) بھی ہے (اسی کو اسراف کہتے ہیں) اور وہ ریاء و نمائش ہے (یعنی دکھلاوا، فخر) تو جان لو کہ اولاً تو نفس ریاء (دکھلاوا) ہی جائز نہیں۔ دوسرا اس میں ایک خرابی اور بھی ہے۔ (جو آگے آرہی ہے)

مزید قباحت

کثرت چراغاں کے ساتھ دوسری بات بھی قابل غور ہے وہ یہ کہ گناہ کو گناہ سمجھ کر کرنا اس سے کم درجہ کی بات ہے کہ گناہ کو دین سمجھ کر کیا جائے تو چراغاں وغیرہ ریاء کے لیے تو جلائے ہی جاتے ہیں اور ریاء گناہ ہے اور یہ لوگ اس کو دین اور ثواب سمجھتے ہیں تو کتنی سخت بات ہوئی۔ کثرت چراغاں میں یہ قباحتیں ہیں۔

۴:۔ اس کے علاوہ زینت اور چراغاں کا انتظام کرنے والے اسی میں مشغول رہتے ہیں نماز میں ان کا دل نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات نماز میں شریک بھی نہیں ہوتے اس روز کی تراویح ان کے لیے معاف ہو جاتی ہے کبھی صفوں کے بیچ میں چلتے پھرتے ہیں کبھی ایک صف سے دوسری صف میں جاتے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو کوئی گردنوں کو پھلانگے گا اس کو قیامت کے روز پل کی طرح ڈال دیا جائے گا مخلوق اس کے اوپر سے گذرے گی۔ روشنی کی کثرت کرنے میں اتنے احکام کی مخالفت لازم آتی ہے میں کہتا ہوں کہ قرآن شریف اور احادیث کے احکام کیا اس لیے ہیں کہ بت پرست اس پر عمل کریں یا نصاریٰ عمل کریں اور مسلمان اپنے ہاتھوں میں لے کر بس فخر کر لیا کریں کوئی تعجب نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قیامت میں شکایت فرمائیں۔ یَارَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا۔

قرآن کو صرف اپنے گھروں میں رکھنا اور زبان سے پڑھنا کافی نہیں بلکہ جو کچھ اس کے اندر ہے اس کو بھی دیکھو اور عمل کرو۔

(تطہیر رمضان ص۳۳)

ختم کے روز شیرینی تقسیم کرنے کے منکرات

ختم کے روز اکثر مسجدوں میں معمول ہے کہ شیرینی تقسیم ہوتی ہے ہر چند کہ قرآن مجید کا ختم ہونا بہت بڑی نعمت ہے جس کے شکریہ اور خوشی میں کوئی چیز تقسیم کرنا بہت اچھی بات ہے مگر اس میں بھی بہت سی خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں۔

۱:۔ چونکہ اس کا عام رواج ہوگیا ہے حتیٰ کہ اگر شیرینی تقسیم نہ ہو تو عام طور پر لوگ ملامت اور طعن کرتے ہیں۔ اس لیے تقسیم کرنے والوں کی نیت اکثر اچھی نہیں رہتی، صرف الزام سے بچنے کے لیے مجبوراً تقسیم کرتے ہیں خواہ گنجائش ہو یا نہ ہو، بعض اوقات سوچنا بھی پڑتا ہے مگر پھر یہی خیال ہوتا ہے کہ بھلا کیسے تقسیم نہ ہو لوگ کیا کہیں گے اور ریاء و تفاخر کا حرام ہونا اور ریاء و فخر کے لیے جو فعل ہو، اس کا معصیت ہونا سب کو معلوم ہے۔

۲:۔ اکثر جگہ چندہ سے شیرینی آتی ہے اور محلہ والوں اور نمازیوں سے زبردستی چندہ لیا جاتا ہے اور یہ بھی جبر ہی ہے کہ ان کو مجمع میں شرمندہ کیا جائے یا ایسا شخص چندہ مانگے جس کی وجاہت (اور رعب) کا اثر پڑے چونکہ حدیث میں وارد ہے کہ کسی مسلمان کا مال اس کی دلی مرضی کے بغیر حلال نہیں اس لیے ایسے چندہ سے جو چیز خریدی جائے گی، سب ناجائز ہے۔

۳:۔ اس روز مٹھائی کی لالچ سے ہر طرح کے لوگ مسجد میں بھر آتے ہیں، بے نمازی، ننگے پیر، بچے جن کی پاکی ناپاکی کا بھی کچھ اعتبار نہیں وہ سب پوری مسجد اور مسجد کے فرش کو ملوث کرتے ہیں اور شور و غل

اس قدر ہوتا ہے کہ نمازیوں کو تشویش ہوتی ہے (اور سب کی نماز خراب ہوتی ہے)۔

۴:۔ مجمع کو سنانے کے لئے خود حافظ صاحب اس روز خوب بنا کر پڑھتے ہیں۔ ریا کا مذموم ہونا سب جانتے ہیں۔

۵:۔ پھر تقسیم کے وقت جو کچھ دھول دھپا، شور و غل، گالی گلوچ، ہوتا ہے وہ سب کو معلوم ہے، اسی طرح اور بہت سی خرابیاں ہیں۔ البتہ اگر شکریہ کے واسطے دل چاہے تو حسب گنجائش بلا اعلان جو کچھ میسر ہو، نقد یا غلہ یا کھانا یا شیرینی مستحقین کو بلا پابندی دے دینا بہت مستحسن (اچھا عمل ہے)۔[1]

ختم کے روز شیرینی تقسیم کرنا فی نفسہ جائز تھا

ختم کے روز شیرینی تقسیم کرنے میں فی نفسہ کچھ حرج نہیں امر مباح (یعنی جائز ہے) بلکہ حرج اس کی ہیئت (طریقہ) میں ہے۔

شیرینی کی ایجاد کی اصل وجہ کسی نعمت کے حاصل ہونے پر بطور شکریہ کے اظہار مسرت ہے لیکن جب مباح کام میں کوئی منکر شامل ہو جائے بلکہ مستحب میں بھی (امر منکر شامل ہو جائے) تو اس کا چھوڑنا ضروری ہوتا ہے، اور اس سے بہتر تو یہ ہے کہ جو روپیہ مٹھائی میں صرف ہوتا ہے، محتاجوں کو دے دیا جائے، محتاج کی خبر گیری بالاتفاق پسندیدہ ہے کسی زمانہ میں کوئی بھی اس کا مخالف نہیں ہوا۔ اور نہ ہی اس میں وہ منکرات لازم آئیں گے ـــــــ

---

[1] اصلاح الرسوم ص۱۵۰۔

ـــــ جو نماز میں خلل انداز ہوتے ہیں۔ اور شیرینی تقسیم کرنے میں بھی کچھ حرج نہ تھا بلکہ اس مروجہ طریقہ میں حرج ہے بلکہ اس ہیئت کے ساتھ بھی۔ منکرات ومفاسد دور ہوجائیں لازم بھی اور متعدی بھی (تو میں اس کو جائز کہوں گا لیکن مفاسد منکرات دور ہونے کے لیے) پچاس برس سے کم میں کافی نہیں سمجھتا جب کہ اصلاح کا سلسلہ برابر جاری رہے اور اصلاح میں اس وقت صرف یہ کافی نہیں کہ خاص لوگ منکرات سے بچ جائیں کیوں کہ عوام اپنے فعل کے لیۓ ان ہی خاص لوگوں کے عمل کو دلیل بنائیں گے اور عوام سے جلدی منکرات سے باز رہنے کی امید نہیں۔ پس اس وقت اصلاح یہ ہے کہ یہ عمل بالکل ہی ترک کردیا جائے اور پھر اصلاح عقیدہ کا سلسلہ جاری رہے، جب عام طور پر عقیدے درست ہوجائیں، تب میں بھی اجازت دے دوں گا لیکن ابھی تو منع ہی کیا جائے گا اور لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ (نماز نہ پڑھو قریب بھی نہ ہو) کا قصّہ نہ کیجیۓ۔ جہاں شیرینی کا جواز ہے وہاں ان منکرات کی حرمت بھی ہے اور جب تک دونوں جمع ہیں تو حرمت ہی کو ترجیح ہوگی[1]

مٹھائی تقسیم کرنے کے منکرات

اور ایک منکر ختم کے روز شیرینی کا تقسیم کرنا ہے اور اس کا منکر ہونا اگرچہ ظاہر کے خلاف ہے لیکن میں سمجھائے دیتا ہوں۔ یہ مٹھائی اگر ایک شخص کی رقم سے آتی ہے تو اس کا مقصود ریا وشہرت اور فخر کرنا ہوتا ہے (اور یہ ناجائز ہے) اور اگر چندہ سے ہوتی ہے تو چندہ وصول کرنے میں جبر سے کام لیا جاتا ہے اور جبر جس طرح جسم کو تکلیف پہنچا کر ہوتا ہے۔ اسی طرح قلب کے ذریعہ بھی جبر ہوتا ہے۔ جب ہم نے دوسرے کو دبایا، شرمایا تو پھر جبر میں کیا شبہ رہا۔ امام غزالی رح نے لکھا ہے کہ اس کا حکم اس غصب (ڈاکہ) کا سا ہے جو لاٹھی کے زور سے ہو۔ اللہ میاں اس تھوڑے ہی میں برکت دیتے ہیں جو دلی مرضی اور خوشی سے دیا جائے اس کا خیال بہت ہی کم لوگ کرتے ہیں[1]

الغرض مٹھائی میں کبھی جبر ہوتا ہے کبھی تفاخر ہوتا ہے اور اس کا امتحان یوں ہوسکتا ہے کہ اگر درمیان نماز میں آدمی زیادہ جمع ہوجائیں تو ـــ مٹھائی کی فکر پڑجاتی ہے، نمازیوں کو بھی اور انتظام کرنے والوں کو بھی ـــ انتظام کرنے والوں کو تو اپنی عزت کی فکر پڑجاتی ہے اور نمازیوں کو یہ خیال ہوتا ہے کہ اب ایک ہی ایک بتاشہ ملے گا۔ خشوع تو کوسوں دور گیا۔

ـــــ اس کے علاوہ اکثر بے نمازی آتے ہیں۔ اور تعجب نہیں کہ ان میں بعض ناپاک بھی ہوتے ہوں اور پھر باتیں کرتے ہیں غیبتیں کرتے ہیں۔ لغویات بکتے ہیں، مٹھائی کیا آئی کہ اتنے گناہ چپکا لائی۔[2]

عقیدہ وعمل دونوں کی اصلاح ضروری ہے

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عقیدہ بدل دو (یعنی اس کے ضروری ہونے کا عقیدہ نہ ہو بس) یعنی عقیدہ تو درست کردو لیکن عمل کے بدلنے میں چونکہ عام مخالفت ہوتی ہے اگر عمل باقی رہے جو کہ جائز ہے اور عقیدہ درست ہوجائے تو کیا حرج ہے۔

لیکن یہ خیال غلط ہے اس لیے کہ تجربہ سے ثابت ہوچکا ہے کہ جیسا کہ عقیدہ کو عمل میں اثر ہے اسی طرح اس کا عکس بھی ہے (یعنی عمل کو بھی عقیدہ

---

[1] تطہیر رمضان ص۳۶۔

[1] [2] تطہیر رمضان ص۳۴۔

میں اثر ہے)۔

ظاہری اباحت (اور جواز) کو دیکھ کر لوگ اس عمل کو اختیار کر لیتے ہیں، اور ان منکرات کو پہچانتے نہیں جو ان کے ضمن میں پائے جاتے ہیں، تو اس کے لیے اصلاح کا اس کے سوا کوئی طریقہ نہیں ہو سکتا ــــــ کہ چند روز تک اصل عمل ہی کو ترک کر دیں۔ اور یہ بات کہ اصل عمل باقی رہے اور منکرات عام طور سے دور ہو جائیں، سو ہمارے امکان سے تو باہر ہے جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی نے یہ طریقہ اختیار فرمایا تھا تو ہم کیا ہیں کہ اس کے سوا اور تدبیریں اختیار کرتے پھریں۔ اور جب ایک تدبیر عقلاً بھی مفید معلوم ہوتی ہے اور نقلاً (یعنی حدیث [1] سے) ثابت ہو چکی، تو اب ضرورت ہی کیا ہے کہ اس طریقہ کو چھوڑ دیا جائے [2]

ختم کے روز خوشی میں کچھ تقسیم کرنے کا طریقہ

ایک منکر ختم کے روز مٹھائی تقسیم کرنا ہے، اس کو لوگ چونکہ ضروری سمجھنے لگے ہیں۔ اس لیئے اس کو بھی چھوڑنا چاہیئے، اگر تم کو قرآن شریف ختم ہونے کا شکریہ ادا کرنا ہے تو گھر جا کر اور مٹھائی منگا کر سب کے یہاں حصّہ لگا کر بھیج دو، مسجد میں تقسیم نہ کرو اور ایسے ہی بڑے خرچ کرنے والے ہو تو اناج (غلہ) تقسیم کر دو، روپیہ تقسیم کر دو، بکرا، گائے ذبح کر کے (اس کا گوشت) تقسیم کر دو۔ مٹھائی ہونا فرض نہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جب سورہ بقرہ ختم ہوئی تو انھوں نے

---

[1] کنت نہیتکم عن الدّباء والحنتم الحدیث۔ [2] تطہیر رمضان ص۳۷۔

ایک اونٹنی ذبح کی تھی۔ مسجد میں تقسیم کرنے سے بڑی بے لطفی اور مسجد کی بے ادبی ہوتی ہے اور بڑا شور وغل ہوتا ہے۔

لکھنو میں ہمارے ایک دوست تھے وہ کبھی میلاد کی مجلس بھی کیا کرتے تھے مگر منکرات سے خالی گو ہم عوام کے مفاسد کی وجہ سے اس کو بھی پسند نہیں کرتے۔ غرض وہ یہ عمل کرتے تھے اور جس جس کو بلانا ہوتا، فہرست کے ساتھ مٹھائی بھیج دیتے تھے، اب جس کا جی چاہے آئے، اور جس کا جی چاہے نہ آئے اور نیز اب جو کوئی آئے گا تو خلوص سے آئے گا مٹھائی کی لالچ میں نہ آئے گا۔ اور ختم قرآن کریم کے موقع پر ۲۰۔ ۲۵ غربا، ومساکین پر تقسیم کر دیتے تھے مٹھائی ہونا کوئی ضروری نہیں۔

ہم نے ایک مرتبہ اپنے ختم قرآن کے شکریہ میں کباب تقسیم کئے تھے اور تقسیم کا وقت بھی بدل دیا۔ افطار کے وقت تقسیم کر دیئے تھے ایک قاری صاحب تھے وہ ختم قرآن کے موقع پر گوشت روٹی کی دعوت کیا کرتے تھے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان مولویوں نے سب خرچ بند کر دیئے۔ صاحبو! خرچ کو کون بند کرتا ہے۔ میں نے تو خرچ کی بہت سی صورتیں بتلا دیں مٹھائی کو جو منع کیا جاتا ہے وہ منکرات کی وجہ سے روکا جاتا ہے [1]

تراویح کے متعلق حضرت تھانویؒ کا معمول

رمضان میں حضرت والا اکثر خود قرآن شریف سناتے ہیں، اور قوی مانع (عذر) کے بغیر قرآن سنانا نہیں چھوڑتے ہیں۔

---

[1] التہذیب ملحقہ حقوق وفرائض ص۲۱۷۔

نصف قرآن تک سوا پارہ پڑھتے ہیں پھر ایک پارہ روز پڑھتے ہیں، ستائیسویں شب کو اکثر ختم کرتے ہیں۔

جو خوبیاں حضرت والا کے پڑھنے میں ہیں وہ سننے سے تعلق رکھتی ہیں ترتیل وہی رہتی ہے جو عام طور پر نماز پڑھانے میں ہوتی ہے۔ اگر کبھی جلدی بھی پڑھانا ہوتا ہے تو حروف کا تناسب وہی قائم رہتا ہے جو آہستہ پڑھنے میں ہوتا ہے، اوقاف ولہجہ کی رعایت جیسی حضرت والا کے پڑھنے میں ہوتی ہے کہیں کم پائی جاتی ہے۔

یاد اتنا اچھا ہے کہ متشابہ شاذو نادر ہی لگتا ہے (اور کیوں یاد نہ ہو جب کہ روزانہ کا معمول حضرت والا کا ایک منزل قرآن شریف پڑھنے کا تھا۔ چنانچہ فجر بعد ہوا خوری کو جاتے ہوئے قرآن شریف پڑھتے تھے) قرآن شریف سے طبعًا حضرت والا کو ایسی مناسبت ہے کہ گویا از اول تا آخر نظر کے سامنے ہے کوئی لفظ یا کوئی آیت پوچھی جائے کہ کہاں (کس پارہ کس جگہ) آئی ہے تو فورًا جواب دے سکتے ہیں۔

کانپور میں تراویح کی جماعت میں مجمع اس قدر ہوتا تھا کہ جو کوئی مغرب کے بعد بہت پھرتی کے ساتھ کھانا کھا کر پہنچ گیا تو جگہ ملی ورنہ محروم رہا۔[1]

ختم قرآن کے روز حضرت تھانویؒ کا معمول

ایک مرتبہ احقر کو ۲۸ رمضان کو تھانہ بھون حاضر ہونے کا موقع ملا۔ غالب خیال یہ تھا کہ قرآن ختم ہو گیا ہوگا۔ کیوں کہ اکثر جگہ ستائیسویں کو ختم ہو جاتا ہے نیز مسجد کی کسی ہیئت یا جماعت میں معمول کے خلاف کوئی تبدیلی نہ تھی اور اس کے خلاف کا خیال بھی نہ ہوا۔ اور اتفاق کی بات کہ حضرت نے تراویح بھی سورہ

---

[1] معمولات اشرفی ص ۴۴۔

وَالضُّحیٰ سے شروع کی اس سے اور یقین ہو گیا کہ ختم قرآن ہو گیا ہے کیوں کہ قرآن ختم ہو جانے کے بعد اکثر وَالضُّحیٰ سے پڑھتے ہیں۔

(لیکن جب حضرت نے سورہ اِقْرَاْ پر بسم اللہ پڑھی تو خیال ہوا کہ آج ہی ختم کا دن ہے۔ چنانچہ یہ خیال صحیح نکلا۔ ختم کے بعد دعا مانگی گئی۔ مگر اس میں معمول سے کوئی خاص زیادتی نہ تھی۔ سردی کا موسم تھا، نماز مسجد کے اندر کے حصہ میں ہوتی تھی، سوائے اس ایک چراغ کے جو روز جلتا تھا، دوسرا چراغ بھی نہ تھا، نہ جماعت میں آدمی زیادہ تھے، نہ مٹھائی، بٹی، اور نہ کوئی خاص بات ایسی ہوئی، جس سے ظاہر ہو کہ آج ختم ہے۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ مجھے اجازت دے دیجئے کہ تھوڑی مٹھائی بانٹ دوں؟ فرمایا، آج نہیں اگر آپ کا بہت جی چاہے تو کل کو بانٹ دینا نہ اجوائن وغیرہ پر دم کیا گیا۔ حضرت نے اس کو بالکل حذف کر دیا ہے۔ اب لوگ نہیں لاتے ہیں۔ نہ حضرت نے قل ھو اللہ تین بار پڑھی البتہ دوسری رکعت میں مُفْلِحُوْن تک پڑھا۔[1]

---

[1] معمولات اشرفی ص ۴۸

باب ۷

شبینہ کا فی نفسہٖ حکم

اگر شبینہ میں ختم کرنا مقصود ہے تو یہ بھی امرِ حسن ہے جتنی ہمت ہو قرآن شریف پڑھو، (سنو)۔

(شبینہ فی نفسہٖ جائز ہے اس لیئے) میں شبینہ کو نہیں روکتا۔ چنانچہ پانی پت میں اس کا اب تک رواج ہے وہاں کے لوگوں کو میں منع نہیں کرتا کیوں کہ ان کو واقعی شوق ہے، بشرطیکہ ہو تراویح میں، کیوں کہ نفلوں کی جماعت — مکروہ ہے۔

دوسرے اس میں اعلان کی ضرورت نہیں تاکہ ریا سُمعہ یعنی (دکھلاوے اور شہرت) سے خالی رہے[1]

مروّجہ شبینہ

(لیکن) مروجہ شبینہ میں تو کچھ پوچھئے ہی نہیں کیا حال ہوتا ہے۔ شبینہ پڑھنے والے پانچ چھ گھنٹہ میں قرآن ختم کر لیتے ہیں اور وہ پانچ چھ گھنٹے مقتدیوں کو پانچ مہینے کے برابر ہو جاتے ہیں پہلے یہاں بھی شبینہ کا رواج تھا، بڑی گڑبڑ ہوتی

---

[1] عصم الصنوف ص۴۳۵۔ تطہیر رمضان ص۲۸۔

تھی اس گڑبڑ کو دیکھ کر میں نے شبینہ کی مخالفت کی کیوں کہ لوگوں کو یہاں شوق تو تھا نہیں محض نام و نمود (دکھلاوا) مقصود تھا کہ ہم نے ایک رات میں قرآن سنا۔

حالت یہ ہوتی تھی کہ مقتدی پڑے ہوئے ہیں اور امام کھڑا پڑھ رہا ہے پھر وہ بھی ایسا تیز پڑھ رہا تھا کہ قرآن بھی بہت کم سمجھ میں آتا تھا، اور سمجھانے کی اس کو ضرورت ہی کیا تھی جب سننے اور سمجھنے والے ہی نہ ہوں کیوں کہ مقتدی تو اکثر لیٹے ہوتے تھے۔

ایک جگہ کا واقعہ ہے کہ ایک حافظ صاحب شبینہ میں پلنگ پر لیٹے ہوئے امام کو لقمہ دے رہے تھے جس سے ساری رات کی محنت ہی ضائع ہو گئی، کیوں کہ یہ لقمہ نماز کو فاسد کرنے والا ہے جیسے کھانے کا لقمہ نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔

اور ایک جگہ تو شبینہ میں قرآن ختم ہونے سے پہلے صبح ہو گئی اور صبح صادق کے بعد کاذبین (جھوٹے لوگوں) نے شبینہ پورا کیا — الغرض گڑبڑ کی وجہ سے میں نے شبینہ کی مخالفت کی، باقی جن مقامات پر لوگوں کو قرآن سننے کا شوق ہے اور دیگر منکرات و مفاسد بھی نہیں پائے جاتے وہاں میں شبینہ کو منع نہیں کرتا۔ (منکرات و مفاسد کی تفصیل آگے آرہی ہے[1]

مروّجہ شبینہ کے منکرات و مفاسد اور انکا شرعی حکم

بعض لوگ ایک ہی شب میں ختم کرتے ہیں جسے شبینہ کہتے ہیں اس میں کئی بدعتیں (اور مفاسد) ہیں۔

---

[1] عصم الصنوف ص۴۳۵۔

۱۔ غور کرکے دیکھ لیجئے کہ اس میں نیت صرف نمود (دکھلاوے) کی ہوتی ہے کیا امام اور کیا مہتمم (یعنی انتظام کرنے والے) اور کیا سامعین (سب ہی کا ایک ـــ حال ہے) امام تو داد ملنے کے امیدوار رہتے ہیں۔ کہ جہاں سلام پھیرا اور لوگوں نے منہ پر تعریف کر دی تو خوش ہو گئے ورنہ پڑھا بھی نہیں جاتا۔ حدیث شریف میں منہ پر تعریف کرنے والے کے لیے حکم ہے کہ اس کے منہ میں خاک جھونک دو، اور امام صاحب کے قلب پر بھی تعریف کا اثر ہوتا ہی ہے اور اسی تعریف کی وجہ سے تو بعض امام لقمہ بھی نہیں لیتے، محض اس وجہ سے کہ لوگ کہیں گے کہ اچھا یاد نہیں۔

۲۔ اور مہتمم (یعنی انتظام کرنے والے حضرات تو) شبینہ میں شامل ہی نہیں ہوتے، ان کو چائے پانی کے انتظام ہی سے فرصت نہیں ہوتی میں پوچھتا ہوں کہ شبینہ سے چائے پانی مقصود ہے یا قرات وسماعت (یعنی سننا اور پڑھنا) البتہ چائے سے سننے اور پڑھنے میں مدد مل جاتی ہے مگر یہ چیزیں جب اصل مقصود میں خلل انداز ہوں تو پھر ذریعہ کہاں رہا۔ (گویا چائے پانی ہی کو مقصود بنا لیا) اور یہ بھی جانے دیجئے، منتظمین حضرات کو تو یہ ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے کہ ہمارے یہاں فلاں مسجد سے اچھا انتظام رہا بس چائے پانی اچھا رہا مگر اصلی شئ تو اچھی نہیں رہی۔

۳۔ اور رہے سامعین تو انصاف سے بتلائیے کہ وہ قرآن شریف سننے کے لیے آتے ہیں یا نماز کے ساتھ دل لگی کرنے کو۔ کچھ کھڑے ہیں، کچھ بیٹھے ہیں، کچھ کبھی کھڑے ہو جاتے ہیں کبھی بیٹھ جاتے ہیں، گڑبڑ ہوتی

کبھی کچھ لوگ بیٹھ بھی نہ سکے تو نیت توڑ کر لیٹے لیٹے سن رہے ہیں، بے چارے کریں بھی کیا، گھنٹوں تک کیسے کھڑے رہ سکتے ہیں اور بعض لوگ جو اپنے اوپر جبر کرکے کھڑے بھی رہتے ہیں۔ تو امام کی غلطیوں کو چھوڑتے جاتے ہیں وہ خواہ کیسی ہی غلطی کرتا چلا جائے بتلا نہیں سکتے کیوں کہ حرج ہوگا، اور قرآن شریف ختم سے رہ جائے گا۔

اور بعض لوگ تو یہ غضب کرتے ہیں کہ خارج صلوٰۃ لقمہ دیئے چلے جاتے ہیں، اس صورت میں اگر امام نے لقمہ لے لیا تو سب کی نماز فاسد ہو جائے گی اور گھنٹوں کی محنت ضائع ہو گی۔

۴۔ بعض حافظ اپنا اپنا پڑھنے کے بعد شبینہ سنانے والے کو مغالطہ دینے آتے ہیں (اور خواہ مخواہ لقمہ دینے کی کوشش کرتے ہیں) کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ سننے کے لیے آئے ہیں۔

۵۔ اور ایک خرابی یہ کہ اکثر نفل کی جماعت لازم آتی ہے کیوں کہ چند ہی لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اس کو تراویح کی جماعت میں کرتے ہوں، کیوں کہ سب مقتدیوں سے یہ نہیں ہو سکتا کہ شروع سے آخر تک ـــ شریک رہیں۔ اور اسی کو تراویح رکھیں اس لیے تراویح علیٰحدہ پڑھ لیتے ہیں پھر (اکثر لوگ) نفلوں میں اس کو پڑھتے ہیں اور نفلوں کی جماعت مکروہ ہے، غرض بہت سے منکرات اس شبینہ میں لازم آتے ہیں۔ ان سب صورتوں کو ملا کر آپ ہی کہہ دیجئے کہ یہ نماز ہے یا کھیل۔ ظاہری احکام کے لحاظ سے بھی تو نماز صحیح نہ ہوئی، خشوع و خضوع کا تو ذکر ہی کیا ـــ (ان حالات میں کیسے اجازت ـــ دی جا سکتی ہے) البتہ اگر شبینہ ہی مقصود ہے تو بہتر ہے لیکن سب

منکرات مذکورہ سے بچو[1]

شبینہ میں ہونے والے منکرات کی تفصیل

بعض حفاظ کی عادت ہے کہ لیلۃ القدر میں یا اور کسی رات میں سب جمع ہو کر قرآن مجید ختم کرتے ہیں جس کو شبینہ کہتے ہیں، اول تو بعض علماء نے ایک شب میں قرآن ختم کرنے کو مکروہ کہا ہے کیوں کہ اس میں ترتیل اور تدبّر (غور و فکر) کا موقع نہیں ملتا۔ مگر چونکہ سلفِ صالحین سے ایک روز میں ختم کرنا بلکہ بعض سے کئی کئی ختم کرنا منقول ہے اس لیے اس میں گنجائش ہو سکتی ہے۔

مگر اس میں بہت سے اور مفاسد شامل ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے یہ شبینہ کا عمل مروجہ طریقوں کے مطابق بلاشک مکروہ ہے (اور وہ مفاسد یہ ہیں)۔

۱۔ ہر شخص کوشش کرتا ہے کہ جس طرح ممکن ہو رات بھر میں قرآن مجید ختم ہو جائے اور اسی وجہ سے نہ ترتیل (و تجوید) کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ غلطی رہ جانے کا غم ہوتا ہے، بعض اوقات خود پڑھنے والے یا سننے والے کو معلوم ہوتا ہے کہ فلاں مقام پر غلط پڑھا گیا ہے مگر اس ختم کرنے کے لحاظ سے اس کو اسی طرح چھوڑ دیتے ہیں۔

۲۔ اکثر پڑھنے والوں کے دل میں ریا و تفاخر ہوتا ہے کہ زیادہ اور جلدی پڑھنے سے نام ہوگا (تعریف ہوگی لوگ کہیں گے کہ) فلاں نے ایک گھنٹہ میں اتنے پارے پڑھے، اور ریا و تفاخر کا حرام ہونا ظاہر ہے۔

---

[1] تطہیر رمضان ص ۲۷ ص ۲۸۔

۳۔ بعض جگہ یہ ختم نوافل میں ہوتا ہے اور نوافل کی جماعت خود مکروہ ہے اور اگر تراویح میں پڑھا تو اس میں یہ خرابی لازم آتی ہے کہ اگر سب مقتدی شریک ہوں تب تو ان پر پورا جبر ہے اور اگر وہ شریک نہ ہوئے تو آج کی تراویح میں جماعت سے محروم رہے یہ جبر اور محروم ہونا دونوں امر مذموم ہیں۔

۴۔ بعض لوگ شوق میں شریک تو ہو جاتے ہیں مگر پھر ایسی مصیبت پڑتی ہے کہ توبہ توبہ کھڑے کھڑے تھک جاتے ہیں پھر بیٹھ کر سنتے ہیں پھر لیٹ جاتے ہیں، ادھر قرآن ہو رہا ہے اُدھر سب حضرات آرام فرما رہے ہیں۔ بعض لوگ آپس میں باتیں کرتے جاتے ہیں، غرض قرآن مجید کی بہت بے ادبی ہوتی ہے، اور اعراض کی سی صورت معلوم ہوتی ہے۔

اسی میں سحری کا وقت آجاتا ہے تو اس ختم کرنے کے خیال سے پڑھنے والے کو سب کے ساتھ سحری میں شریک نہیں کرتے وہ بیچارہ کھڑا ہوا قرآن سنا رہا ہے اور سب کھانا کھا رہے ہیں قرآن کریم سننے کے وقت دوسرا کام کرنا ہرگز جائز نہیں۔

۵۔ بعض حفاظ نماز سے فارغ ہو کر پڑھنے والے کو لقمہ دیتے رہتے ہیں اور سب کی نماز تباہ کرتے ہیں۔

۶۔ بعض جگہ سحری کے لیے چندہ ہوتا ہے اور دبا کر اور شرما کر بھی وصول کیا جاتا ہے جو کہ حرام ہے۔

۷۔ بعض اوقات صبح صادق ہو جاتی ہے اور قرآن کچھ رہ جاتا ہے خواہ مخواہ کھینچ تان کر اس کو پورا کر ڈالتے ہیں۔ صبح صادق کے بعد

فجر کی سنتوں کے علاوہ اور نوافل پڑھنا مکروہ ہے[۱]

شبینہ سے متعلق استفتا، اور اس کا جواب

سوال ۴۱۳ :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کلام مجید ایک رات میں ختم کرنا جس کو عرف میں شبینہ کہتے ہیں خواہ ایک حافظ ختم کرے یا کئی حافظ مل کر پورا کریں، یہ جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- ظاہر حدیث[۲] سے ممانعت معلوم ہوتی ہے کہ تین روز سے کم میں قرآن ختم کیا جائے اسی وجہ سے بعض علماء نے اس شبینہ کو مکروہ فرمایا ہے لیکن سلف کی عادت ختم قرآن کے سلسلہ میں مختلف منقول ہے حتیٰ کہ بعض بزرگوں نے ایک دن رات میں تین تین ختم کئے ہیں اور بعض نے آٹھ ختم کئے ہیں اس لیے مطلقاً تین روز سے کم میں ختم کرنے کو مکروہ کہنا مناسب نہیں۔

اقرب الی التحقیق (یعنی درست بات یہ) معلوم ہوتی ہے کہ اگر شبینہ[۱] میں قرآن صاف صاف پڑھا جائے اور حفاظ[۲] کو ریا مقصود نہ ہو کہ فلاں نے اس قدر پڑھا اور فلاں نے اس قدر —— اور جماعت[۳] کسل مند نہ ہو، اور ضرورت[۴] سے زیادہ روشنی میں تکلف نہ کریں اور تراویح[۵] میں پڑھیں، اور ارادہ[۶] بھی حصول ثواب کا ہو تو جائز ہے اور حدیث مذکور کے معارض نہیں کیوں کہ ممانعت کی علت عدم تفقہ (سمجھ نہ سکنا) ہے اور جب ایسا صاف پڑھا جائے کہ تفقہ و تدبر ممکن ہو تو ممنوع نہیں۔ چنانچہ بعض

---

[۱] اصلاح الرسوم ص ۱۴۹-۱۵۰ ۔ [۲] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یفقہ من قرأ القرآن فی اقل من ثلث۔ رواہ الترمذی وابوداؤد (یعنی جس نے تین دن سے کم میں قرآن پڑھا اس نے سمجھا نہیں)

سلف کی عادت مذکور ہو چکی۔ اور یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ سلف کے فعل کو مکروہ کہیں۔

اور اگر (حافظ امام) اتنی جلدی پڑھیں کہ حرف تک سمجھ میں نہ آئے نہ زیر، زبر کی خبر، نہ غلطی کا خیال۔ نہ متشابہ کا اور فقط ریا کاری مقصود ہو اور جماعت بھی ادھر ادھر گری پڑی ہو، یا ضرورت سے زیادہ روشنی ہو، یا تراویح پڑھ کر نوافل کی جماعت میں پڑھیں یہ بے شک مکروہ ہے[۱]

خلاصہ کلام

(الغرض) شبینہ کا حکم نہایت ظاہر ہے وہ یہ کہ اگر مفاسد نہ ہوں تو جائز ہے اور اگر مفاسد ہوں تو جائز نہیں۔ اب صرف یہ امر باقی رہ گیا کہ آیا اس وقت مفاسد غالب ہیں یا نہیں۔ سو اس کا تعلق مشاہدہ سے ہے —— اور مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بلا شبہ مفاسد غالب ہیں۔ مثلاً یہی کہ اگر تراویح کے بعد یہ عمل ہو تو نفل کی جماعت مجمع کثیر کے ساتھ ہونا لازم آتا ہے جو کہ مکروہ ہے اور اگر تراویح میں ہو تو امام کو جو تخفیف صلوٰۃ (یعنی ہلکی نماز پڑھانے) کا حکم ہے اس کی مخالفت لازم آتی ہے وغیر ذٰلک من المفاسد۔

اور قاعدہ فقہیہ ہے کہ جس امر جائز بلکہ مندوب میں جو کہ شرعاً اہتمام کے ساتھ مطلوب نہ ہو، مفاسد کا غلبہ ہو اس کو ترک کر دیا جاتا ہے، خواہ وہ مفاسد فاعلین (یعنی کرنے والوں) کے اعتبار سے ہوں۔ یا دوسرے عوام ناظرین کے اعتبار سے ہوں۔ اس لیے اس زمانہ میں اس عمل کا ترک

---

[۱] امداد الفتاویٰ ص ۴۸۸ سوال ۴۷۲ ۔

کرنا مناسب ہے بلکہ کہیں کہیں (جہاں مفاسد کا وجود یقینی ہو وہاں اس کا ترک) واجب ہے[1]

باجماعت تہجد میں قرآن سُنانا

کسی کو شوق ہو تو تہجد میں جتنا چاہو قرآن پڑھو اور اس میں جس کا جی چاہے شریک ہو جائے مگر اس میں بھی امام کے علاوہ تین سے زیادہ جماعت میں نہ ہوں. کیوں کہ فقہاء نے اس کو مکروہ لکھا ہے کیوں کہ پھر نفل میں فرض (یا سنت مؤکدہ) جیسا اہتمام ہو جائے گا۔[2]

رمضان شریف میں تراویح کے علاوہ نوافِل کی جماعت

۲۹۳ **سوال:۔** تراویح کے علاوہ نوافل کی جماعت بلا اہتمام جائز ہے یا نہیں؟ اور اس میں آدمیوں کی کچھ تعداد شرط ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ فی الدر المختار ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان ای یکرہ ذلك لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد وفی رد المختار واما اقتدا، واحد او اثنین بواحدٍ فلا یکرہ وثلاثة بواحدٍ فیه خلاف۔ (شامی، بحر الرائق)

فقہاء کرام کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ صورۃ مسئولہ میں اگر مقتدی ایک یا دو ہوں تو کراہت نہیں اور اگر چار ہوں تو مکروہ ہے۔ اور اگر تین ہوں تو اختلاف ہے[3]

---

[1] امداد الفتاوی ص۴۹۶ ج۱ سوال ۴۱۲۔ [2] تطہیر رمضان ص۲۷۔ [3] امداد الفتاوی ص۳۷۷۔

باب ۸

عورتوں کو محراب سننا اور سُنانا

ایک بدعت رمضان میں یہ ہے کہ نا محرم حافظ گھروں میں جاکر عورتوں کو تراویح میں قرآن سناتے ہیں، اس میں بھی چند مفاسد ہیں۔ ایک تو یہ کہ۔ اجنبی مرد کی آواز جبکہ وہ خوش آوازی کا ارادہ بھی کرے، عورت کے لیے ایسی ہی ہے جیسے اجنبی عورت کی آواز مرد کے لیے، اور رواج یہی ہے کہ خوش آواز مرد تلاش کئے جاتے ہیں۔ اور حافظ صاحب بھی مردوں کی جماعت میں تو شاید سادہ سادہ ہی پڑھتے ہوں لیکن یہاں خوب بنا بنا کر پڑھتے ہیں، سو عورتوں کے لئے جماعت کی ضرورت ہی کیا ہے اپنی اپنی الگ تراویح پڑھ لیں، محراب سننے (یعنی تراویح میں قرآن سننے کی) ضرورت نہیں ہے۔

اور اگر عورت خود حافظ ہیں تو بھی تنہا تنہا اپنی تراویح میں ختم کر لیں اور اگر حافظ نہیں ہیں تو الم ترکیف سے پڑھ لیں اور ناظرہ جتنا ہو سکے پڑھ لیا کریں. کیوں کہ روپیہ خرچ کر کے (اگر حافظ کو تراویح سنانے کے لیے بلایا تو گویا روپیہ خرچ کر کے) گناہ مول لیا[1]

---

[1] تطہیر رمضان ص۲۸۔

عورتوں کی باجماعت تراویح

عورتوں کو گھروں میں قرآن سنانا مناسب نہیں ـــــ میں کہتا ہوں کہ جب عورتوں کو مسجد میں آنے سے روکا گیا ہے تو عقلمند آدمی سمجھ سکتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں میں دوری رہے اور یہاں اختلاط (ملنا اور قریب ہونا) لازم آتا ہے۔

ضرورت ہی کیا ہے عورتوں کو قرآن کا ختم سننے کی۔ جب شارع علیہ السلام ہی کی طرف سے لازم نہیں کیا گیا۔ تو ان کے ذمہ کچھ ضروری نہیں ہے۔ بس الم ترکیف سے پڑھ لیا کریں۔

ایک اور خرابی یہ ہوتی ہے کہ جب ایک جگہ حافظ عورتوں کو سنانے کے لیے مقرر کیا جاتا ہے تو سارے محلہ سے عورتیں آ کر جمع ہوتی ہیں اور ـــ بلا ضرورت گھر سے نکلنا ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ) عورت چھپانے کی چیز ہے[1]

---

[1] تطہیر رمضان ص ۳۱ ۔

فصل

گھر کے اندر کسی حافظ کے پیچھے عورتوں کی تراویح باجماعت کا حکم

بعض عورتوں کا یہ معمول ہے کہ رمضان المبارک میں حافظ کو گھر میں بُلا کر اس کے پیچھے قرآن مجید سنتی ہیں اس میں بہت سے مفاسد ہیں۔

۱:- جو شخص قرآن مجید سناتا ہے حتی الامکان آواز کو بنا کر لہجہ کو دلکش کر کے پڑھتا ہے۔ مردوں کا ایسا نغمہ عورتوں کے کان میں پڑنا بے شک قلب کے فتنہ و فساد کا موہم ہے۔ حدیث میں اس کی دلیل واضح ہے۔

۲:- دوسرے عورتوں کے مزاج میں چونکہ بے احتیاطی ہوتی ہے اس لیے سلام پھیر کر پکار پکار کر باتیں کیا کرتی ہیں اور امام صاحب سنا کرتے ہیں۔ بلا ضرورت عورتوں کا اپنی آواز اجنبی مردوں کے کان میں ڈالنا شرعًا ناپسندیدہ ہے۔

۳:- تیسرے بعض مجمع میں تمام عورتیں اس مرد کے اعتبار سے نامحرم ہوتی ہیں، ان میں کوئی بھی اس کی بیوی یا ماں، بہن نہیں ہوتی۔ ایک گھر میں مرد کا اتنی نامحرم عورتوں کے ساتھ جمع کرنا

بے شک حکم شرعی کے خلاف ہے۔

اور یہ موٹی سی بات ہے کہ جب شرعاً عورتوں کا مسجد میں جانا منع ہے جس سے معلوم ہوا کہ شریعت کا مقصود یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں میں دوری رہے پس جب عورتوں کو مردوں کے مجمع میں جانے کی ممانعت ہے، اسی طرح مردوں کو عورتوں کے مجمع میں جانے سے اور عورتوں کو مرد کو بلانے سے کیوں نہ ممانعت ہوگی۔

عورتوں کے لیے یہی مناسب ہے کہ اپنے گھروں میں الگ الگ تراویح پڑھیں، ہاں کسی کا بھائی بیٹا حافظ ہو اور چار عورتیں گھر کی جمع ہو کر اس کے پیچھے قرآن سن لیں تو اس میں مضائقہ نہیں۔ بشرطیکہ یہ شخص فرض جماعت کے ساتھ مسجد میں پڑھے اور اگر دو چار میں کوئی پردہ دار ہو (یعنی ایسی عورت ہو جس سے پردہ ضروری ہو) تو درمیان میں کوئی دیوار یا پردہ وغیرہ حائل ہو۔ اور عورتوں کے جمع ہونے کا اہتمام نہ کیا جائے۔[1]

عورتوں کو اپنے گھروں میں کسی مرد سے تراویح میں قرآن سننے کا حکم

بعض عورتیں رمضان شریف میں حافظ کو گھر کے اندر بلا کر تراویح میں قرآن مجید سنا کرتی ہیں اگر یہ حافظ اپنا کوئی محرم مرد ہو (یعنی جس سے شرعاً پردہ نہ ہو، جیسے بھائی بیٹا) اگر گھر ہی کی عورتیں سن لیا کریں اور یہ حافظ فرض

---

[1] اصلاح الرسوم ص ۱۵۳

نماز مسجد میں پڑھ کر صرف تراویح کے واسطے گھر میں آجایا کرے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن آج کل اس میں بھی بہت سی بے احتیاطیاں کر رکھی ہیں۔

۱:- اول بعض جگہ تو نامحرم حافظ گھر میں بلایا جاتا ہے اور اگرچہ نام کا پردہ ہوتا ہے لیکن عورتیں چونکہ بے احتیاط زیادہ ہوتی ہیں اس واسطے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ یا تو حافظ جی سے باتیں شروع کر دیتی ہیں یا آپس میں خود سب پکار پکار کر بولتی ہیں اور حافظ جی سنتے ہیں۔ بھلا بغیر کسی مجبوری کے اپنی آواز نامحرم کو سنانا کب درست ہے۔

۲:- دوسرے جو شخص قرآن مجید سناتا ہے جہاں تک ہو سکتا ہے خوب آواز بنا کر پڑھتا ہے بعض لوگوں کی آواز اور لَے ایسی اچھی ہوتی ہے کہ ضرور سننے والے کا دل اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے (عشق تک کی نوبت آجاتی ہے) اس صورت میں نامحرم مردوں کی لَے عورتوں کے کان میں پہنچنا کتنی بڑی (اور خطرہ کی) بات ہے۔[1]

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سفر میں ایک غلام کو عورتوں کے سامنے اشعار پڑھنے سے روک دیا تھا اور فرمایا تھا:

"رُوَیْدَكَ یَا اَنْجَشَۃُ لَا تُکَسِّرِ الْقَوَارِیْرَ"۔

تو جب اس زمانے میں جب کہ سب پر تقویٰ غالب تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت نہیں دی تو آج کل (جبکہ خطرہ بھی ہو تو) کس کو اجازت ہو سکتی ہے۔[2]

---

[1] بہشتی زیور ص ۵۹/۶ ۔ [2] دعوات عبدیت ص ۱۲۶/۹ ۔

۱۲۔ محلہ بھر کی عورتیں روز کی روز اکٹھی ہوتی ہیں، اول تو عورت کو مجبوری کے بغیر گھر سے باہر پاؤں نکالنا منع ہے اور یہ کوئی مجبوری نہیں کیوں کہ ان کے لیے شریعت میں کوئی تاکید نہیں آئی — کہ تراویح جماعت سے پڑھا کرو، پھر نکلنا بھی روز روز کا اور زیادہ بُرا ہے پھر لوٹنے کا وقت ایسا بے موقع (خطرہ) کا ہوتا ہے کہ رات زیادہ ہو جاتی ہے، گلیاں، راستے بالکل خالی سنسان — ہو جاتے ہیں ایسی حالت میں خدا نہ کرے اگر مال یا عزت کا نقصان ہو جائے تو کوئی تعجب نہیں (پھر اس زمانہ میں تو واقعی بڑا خطرہ ہے) خوامخواہ اپنے کو خلجان میں ڈالنا عقل کے بھی خلاف ہے اور شریعت کے بھی خلاف ہے۔ خاص کر بعض عورتیں تو زیور کپڑے وغیرہ پہن کر گلیوں میں چلتی ہیں، ان کے لیے تو اور بھی زیادہ خرابی اور خطرہ کا اندیشہ ہے[1]

---

[1] بہشتی زیور ص ۹۸/۴ ۔